جلد : 13
شمارہ : 07
ذیقعدہ : 1440ھ
جولائی : 2019ء

وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القران)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ ۲۷ سورۃ القمر)

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حِکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت
- ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
- حافظ مختار احمد گوندل
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین و گرافکس: ثاقب نذر

قانونی مشاورت
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
چودھری خالد شیر ایڈووکیٹ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 800 روپے	معمول کا شمارہ 50 روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-7630863

Web site:
lwww.hikmatbaalgha.com
lwww.hamditabligh.net
Email: hikmatbaalgha@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی
طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات	2		5
حرفِ آرزو: ’’آنے والے دور کی ایک دھندلی سی تصویر‘‘	3	انجینئر مختار فاروقی	6
عمران خان کی ریاست مدینہ، پینسلوینیا ایونیو.....	4	اوریا مقبول جان	14
معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ	5	سیّد عبداللہ	18
حکمتِ اقبال پر ایک عمومی نظر (7)	6	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	29
جدید تعلیمی ادارے.....اسلامی اقدار تباہ کر رہے ہیں (2)	7	پروفیسر خالد جامعی	34
سرکشی نے کر دیے دھندلے نقوشِ بندگی	8	محمد منظور انور	47
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق	9	پروفیسر مہر غلام سرور	50
مدینے کا قیدی	10	زبیر طارق	53
تبصرہ وتعارف کتب	11		62
دورہائے ترجمہ القرآن۔ مختصر رپورٹ	12	انجینئر عبداللہ اسماعیل	63

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

(02) سورۃ البقرۃ

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

آیات 58-0

وَ اِذۡ قُلۡنَا ادۡخُلُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ

اور جب ہم نے (ان سے) کہا کہ اس شہر میں داخل ہو جاؤ

فَكُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ رَغَدًا

اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ (پیو)

وَّ ادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوۡلُوۡا حِطَّةٌ

اور (دیکھنا) دروازے میں داخل ہونا تو سجدہ کرنا اور حِطَّةٌ کہنا

نَّغۡفِرۡ لَكُمۡ خَطٰيٰكُمۡ وَ سَنَزِيۡدُ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۵۸

ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور (مزید) نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے

فَبَدَّلَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا قَوۡلًا غَيۡرَ الَّذِىۡ قِيۡلَ لَهُمۡ

تو جو ظالم تھے انہوں نے اس لفظ کو جس کا اُن کو حکم دیا تھا

بدل کر اس کی جگہ اور لفظ کہنا شروع کیا

فَاَنۡزَلۡنَا عَلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ

پس ہم نے (ان) ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا

بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۵۹﴾

کیونکہ وہ نافرمانیاں کیے جاتے تھے

وَاِذِ اسۡتَسۡقٰى مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لیے (اللہ سے) پانی مانگا

فَقُلۡنَا اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ

تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر (چٹان) پر مارو

(انہوں نے لاٹھی ماری)

فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا

تو پھر اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے

قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ

اور تمام (بارہ قبیلے کے) لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کرلیا

كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ

(ہم نے حکم دیا کہ)

اللہ کی (عطا کی ہوئی) روزی میں سے کھاؤ اور پیو (اور شکر کرو)

وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ﴿۶۰﴾

اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرنا

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیش نظر لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد دار

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات

رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلاً قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی وَ أَیْقَظَ امْرَأَتَہٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِی وَجْہِھَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأَۃً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَ أَیْقَظَتْ زَوْجَھَا فَاِنْ أَبٰی نَضَحَتْ فِی وَجْہِہِ الْمَاءَ

(ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ رحم کرے اس آدمی پر جو رات کو اپنی نیند سے بیدار ہوا پھر اس نے نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو بھی جگایا پھر اُس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر وہ جگانے پر نہیں جاگی تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس عورت پر جو رات کو اپنی نیند سے بیدار ہوئی پھر اُس نے نماز پڑھی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا پھر اس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر وہ جگانے پر نہیں جاگا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔

الجَامِعُ الصَّغِیر فی احادیث البشیر والنذیر، للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

حرفِ آرزو

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

اُمت مسلمہ، مسلمانانِ پاکستان اور مشرقِ وسطیٰ

”آنے والے دور کی ایک دھندلی سی تصویر“

قرآن اور حدیث کی روشنی میں

انجینئر مختار فاروقی

- [illegible]

- [illegible]

- [illegible]

- [illegible] MICRO

MACRO

COMMAN SENSE

COUNTER

250

THE CLASH SAMUEL P. HUNGTINGTON

OF CIVILISATIONS

750 500

802

MASTER MIND

997

FRONT LINE

ROTHCHILD

UNO

WORLD HERITAGE

BACKWARD LOOKNG

DEMOCRATIC

NASA

DROP SCENE

(FINISHING 2018 2012

TOUCHES)

[illegible]

[illegible] VISION [illegible]

[illegible] SCENARIO [illegible]

[illegible] DEPTH) [illegible] EVENTS [illegible]

[illegible] VISUALISE [illegible]

[illegible] 80% [illegible]

[illegible] VISION [illegible] 20% [illegible]

[illegible] SHARPNESS

[illegible] SCENARIO [illegible]

[illegible] 33 [illegible]

(ANTI-CHRIST)

(LYDA)

MAINGATE

2019

(ARMAGEDDON) میں نقل کی ہے جس میں حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

''چودھویں صدی ہجری★ ختم ہونے کے تین دہائیوں کے بعد (1430ھ کے) آخری زمانہ میں الملحمۃ الکبریٰ (جنگ عظیم) برپا ہوگی۔ اسی دوران مہدی امین کا ظہور ہوگا۔ وہ دنیا بھر کی باطل طاقتوں سے جنگ کرے گا۔ اللہ کے مغضوب وملعون وکفار سب اس کے خلاف متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ان میں وہ (اس وقت کے ترقی یافتہ ممالک) بھی شامل ہوں گے جو نفاق وکذب کی حد کمال تک پہنچے ہوئے ہوں گے............''۔ اہل سنت کے تصور کے مطابق یہ مہدی امین مکہ میں ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شانہ بشانہ مصروف عمل ہوں گے۔

[illegible] 1400 [illegible]

[illegible] 1430 [illegible]

[illegible] 1440 [illegible]

[illegible] 1430/1429 [illegible]

[illegible]

[illegible] (ARMEGADON) [illegible]

[illegible]

10

حاصل کلام

11

علیہ السلام

12

عمران خان کی ریاست مدینہ، پینسلوینیا ایونیو میں داخل

اوریا مقبول جان

(ADAM SMITH)

(JOHN MAYNARD KEYNES)

(MILTON FRIEDMAN)

955”

12 ⑧ ① ②

968”

25

PICIC

(BOTTOM LESS POT)

137 ②

مفادات سب کے سب اس خون چوسنے والے سودی عالمی مالیاتی نظام سے وابستہ ہیں۔ یہ اس کے باہر سوچ ہی نہیں سکتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے عمران خان کی ریاست مدینہ کو بھی پینسلوینیا ایونیو، واشنگٹن پر موجود آئی ایم ایف کی عمارت کا راستہ دکھا دیا ہے۔ یہی ہونا تھا۔ پاکستان کے پاس اس سے نکلنے کے بہت سے راستے موجود تھے، لیکن عمران خان صاحب کو اس ٹیم نے معاشی بدحالی، مہنگائی اور دیوالیہ پن سے اتنا ڈرایا ہے کہ جان پرکنز کی کتابوں کا حوالہ دینے والا عمران، انہی معاشی غارت گروں (HITMEN) کے شکنجے میں آچکا ہے۔ کاش کوئی اسے بتا دے کہ دنیا میں کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے جس نے آئی ایم ایف پروگرام میں داخل ہوکر خوشحالی کی راہ اختیار کی ہو۔ سب کے سب بدحال ہوئے، قرض میں جکڑے گئے، بدترین معاشی بحران کا شکار ہوئے۔ عوام کا رونا تو اب بھی ہے اور اس کے بعد بھی رہے گا۔ لیکن اگر آپ ان ملکوں کی راہ اختیار کرتے جنہوں نے قرضوں کا آڈٹ کروایا، غیر اخلاقی قرضے دینے سے انکار کیا تو شاید کچھ عرصہ عوام او رروتے رہتے، لیکن اس کے بعد ان کی زندگی پرسکون ہوتی، باعزت اور باغیرت ہوتی۔

فلاح اُس نے پائی جس نے پاکیزگی اختیار کی (القرآن)

معراج النبی ﷺ اور علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

سیّد عبد اللہ

(بشکریہ ماہنامہ ضیائے حرم، اسلام آباد، اپریل 2019ء)

واقعۂ معراج قرآن مجید کی دو سورتوں (بنی اسرائیل اور والنجم) میں بیان ہوا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ O

اس آیت کی بنا پر اس واقعہ کو اِسرا کہا جاتا ہے جسے بعد میں معراج بھی کہا جانے لگا۔ اگرچہ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اسلامی دینیات میں معراج کا لفظ کب داخل ہوا۔ قرآن مجید کی ایک سورۂ معارج ہے مگر اس کا موضوع مختلف ہے اس طرح عرج مادے سے بہت سے مشتقات قرآن اور احادیث میں ہیں۔ معراج سے متعلق صحیح بخاری کی حدیث میں لفظ عُرِجَ بِیْ موجود ہے لیکن معراج کا عنوان موجود نہیں۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ یہ لفظ شاید تیسری صدی ہجری میں رائج ہوا ہوگا۔ بہر حال مذکور بالا دو سورتوں میں اور احادیث میں جس واقعہ کا ذکر آیا ہے کہ اس کی متعدد تعبیریں ہوئیں اور آج تک ہو رہی ہیں۔ ان تعبیرات میں بڑے اختلافی نکات یہ ہیں:

۱۔ اِسرا اور معراج ایک واقعہ ہے یا دو الگ الگ واقعات؟

۲۔ معراج محض روحانی تجربہ تھا یا جسمانی؟ ۳۔ یہ واقعہ دن کو پیش آیا یا رات کو؟

۴۔ معراج عالمِ بیداری میں ہوئی یا بحالتِ خواب؟

اس قسم کے نکات اور بھی ہیں جن سے کتب تفاسیر وکلام وعقائد بھری پڑی ہیں۔ اس تفصیل میں جانے کی اس وقت ضرورت ہے نہ فرصت۔ البتہ اس سلسلے میں دینیاتی تعبیرات کا بہترین خلاصہ اگر دیکھنا ہو تو علامہ مصطفیٰ المراغی کی تفسیر اور عقلی تعبیر ابن سینا کے معراج نامہ کے علاوہ دیگر کتبِ کلام میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

الغرض واقعہ معراج اسلامی دینیاتی ادب کا ایک مشکل مگر بے حد مقبول موضوع ہے جس کی طرف قرناً بعد قرنٍ حکماء اور علماء کے علاوہ اربابِ ادب بھی توجہ کرتے رہے اور علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی اس طرف ملتفت ہوئے۔ مگر یہ واضح رہے کہ علامہ اقبال کی توجہ کے اسباب سابقہ علماء وصوفیاء کی غایت سے مختلف ہیں۔ انہوں نے اپنے دور کے اکتسابات کی روشنی میں معراج کے اسرار کی شرح کی اور جاوید نامہ کے نام سے اپنی سیر روحانی کی ایک منظّم روداد لکھی۔ درحقیقت یہ جاوید نامہ بھی عقیدۂ معراج کے ان ذہنی و روحانی انعکاسات کا ثمر ہے جو اقبال کے علاوہ کئی دیگر صوفیاء کے ذہن پر اپنے اپنے دور میں مرتسم ہوئے۔ اقبال کے مخلص رفیق اور خادم چوہدری محمد حسین راوی ہیں کہ مسئلہ معراج مدتوں علامہ کے غور وفکر کا مرکز بنا رہا، علامہ چاہتے تھے کہ معراج کے روحانی، فکری اور نفسیاتی و ثقافتی اثرات کا جائزہ لیا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ عقیدۂ معراج کی دینی تعبیر کچھ بھی ہو اس کے ان ثقافتی اثرات کا سراغ لگایا جائے جو قرناً بعد قرنٍ مسلم قوم کے ذہن وفکر اور قول وعمل میں اجتماعی طور سے نمودار ہوتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے آل انڈیا اورینٹل کانفرنس 1928ء کے شعبہ عربی وفارسی کے خطبۂ صدارت میں مسئلہ معراج کو ان مسائل مہمّہ میں شامل کیا جن کی طرف مسلم حکماء و محققین کو خاص طور سے متوجہ ہونا چاہیے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ حضرت علامہ کے تجویز کردہ موضوع پر کسی صاحبِ علم نے کچھ کاوش کی یا نہیں تاہم مسئلہ اہم اور قابل توجہ ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ جاوید نامہ کی تمہیدِ زمینی میں حضرت علامہ نے معراج کے مسئلے پر (رومی کی زبان سے) خود بھی گفتگو فرمائی ہے جو میرے نزدیک قابل شرح بھی ہے اور بنیادی بھی۔ ان وجوہ سے مناسب معلوم ہوا کہ معراج کے متعلق حضرت علامہ کے نقطۂ نظر کے بارے میں مختصر سی گفتگو کر لی جائے۔

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ علامہ کے یہاں معراج عام بھی ہے اور خاص

بھی، لیکن انھوں نے عام صوفیاء و اولیاء کے سفرِ روحانی اور معراجِ مصطفوی کے مابین ایک خط فاصل کھینچ دیا۔ بعض صوفیاء نے اپنی کتابوں میں نبوت اور ولایت کے امتیازات کی بحث کرتے ہوئے معراج کا لفظ، عام روحانی شخصیتوں کی سیر آسمانی کے لیے بلا تکلف استعمال کیا ہے...... لیکن حضرت علامہ نے اس معاملے میں خاصی احتیاط برتی ہے۔ ان کے کلام نظم و نثر پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ معراجِ مخصوص کا امتیاز صرف سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حاصل ہوا۔ باقی روحانی شخصیتیں معراج سے نہیں بلکہ درجہ بدرجہ اتحاد سے متصف ہوئیں۔ اتحاد کے معنی صاحبِ کشاف اصطلاحات الفنون کے نزدیک یہ ہیں:

وفی عرف السالکین عبارة عن شهود و جود واحد مطلق......

لیکن اتحاد کے ایک معنی فنا کے ہیں جو ذاتِ حقیقی سے اتصال کا نام ہے۔ اس صوفیانہ مفہوم کی نوعیت اگرچہ مختلف ہے تاہم ایک لحاظ سے عام معراج بھی اتحاد ہی ہے لیکن معراجِ نبوی ﷺ میں قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کا جو شرف مضمر ہے وہ دوسروں کے اتحاد کو کب میسر ہوا۔ آیئے تھوڑی سی گفتگو اتحاد کے اس پہلو پر کرلیں جو جاوید نامہ کی تمہید زمینی میں رومی کی زبان سے بیان ہوا ہے۔ میں اسے اتحاد اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اس میں علامہ نے معراجِ عام اور معراجِ خاص دونوں کی تشریح کی ہے۔ یہ تجزیہ اس لیے ضروری ہے کہ جاوید نامہ کا یہ حصہ مابہ النزاع بن گیا ہے اور اس کی عبارتوں سے بعض حلقوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔

اب جاوید نامہ کا وہ باب دیکھئے جسے ''تمہیدِ زمینی'' کہا گیا ہے، دیکھیے، روح رومی نمودار ہوتی ہے۔ علامہ اس سے موجود نا موجود اور محمود نا محمود کی حقیقت اور زندگی کی کنہ دریافت کرتے ہیں جواب میں رومی فرماتے ہیں

؎ زندگی خود را بخویش آراستین
بر وجود خود شہادت خواستن

اب اس شہادت کے تین شاہد ہیں۔ شاہدِ اول شعور خویشتن، شاہدِ ثانی شعور دیگرے اور شاہدِ ثالث شعور ذاتِ حق۔ یہ تیسرا شعور زندگی کا مقامِ اعلیٰ ہے ؎

بر مقام خود رسیدن زندگی است ذات را بے پردہ دیدن زندگی است

مردِ مومن در نسازد با صفات مصطفیٰ راضی نہ شد الا بذات

چیست معراج ، آرزوئے شاہدے امتحانے رو بروئے شاہدے

پھر دوسرا سوال ہوتا ہے نور ذاتِ حق تک پہنچنے کی کیا سبیل ہے؟ جواب ملتا ہے۔ قرآن مجید کی آیت:

یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا لَاتَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ (الرحمٰن:33)

سے معرفت حاصل کرو لیکن قرآنی اصطلاح میں سلطان کے معنی کیا ہیں؟ یہ یقیناً کوئی پُراسرار قوت ہے جو خصوصی طاقت بخشتی ہے۔

اس سلطان کی مدد سے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک جانا ممکن ہے یہاں تک کہ افلاک کی مسافتوں، پہنائیوں اور گہرائیوں کو چیر کر آگے بڑھنا بھی ممکن ہے۔ ایک مرحلے سے برتر مرحلے میں ترقی کرنے کے لیے اقبال نے زادن (جنم لینا) کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ یہ جنم ایک نئی دنیا میں سانس لینے کا نام ہے۔

جس طرح دنیا میں ہر چیز جنم لیتی اور ایک نئی دنیا میں آ پہنچتی ہے۔ اسی طرح ''آن سوئے افلاک'' جانے کے لیے بھی ہر مرحلے پر ایک زادن (جنم) کو ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ایک طرح کی جست یا زقند ہے جو عشق (جذب وشوق) کی قوت سے ابھرتی ہے جو ''سلطان'' کے معنی میں شامل ہے۔ اس استعداد سے شعور میں ایک انقلاب آ جاتا ہے اور زندگی ایک نئی فضا میں پرواز کرتی محسوس ہوتی ہے جس کی بدولت فاصلہ و وقت کا احساس مٹ جاتا ہے۔ یہی ''انقلاب اندر شعور'' معراج کہلاتا ہے۔ یہ تمہید زمینی کے بنیادی خیالات کا نہایت مجمل خلاصہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علامہ کے نزدیک معراج عام بھی ہے اور خاص بھی۔ معراجِ عام انقلابِ شعور ہے اور معراجِ خاص اس کی بلند ترین صورت ہے۔ لیکن معراج کی اس تشریح میں دو مقام رکاوٹ کے ہیں ایک تو لفظ شعور کا استعمال دوسرا لفظ معراج کا استعمال۔ ذہنی رکاوٹ یوں ہے کہ ان دو لفظوں کا ان پختہ اور تقریباً تسلیم شدہ عقیدوں سے تصادم ہوتا ہے جو معراجِ مصطفوی کے متعلق مسلمانوں میں مقبول و مروّج ہیں۔

جن لوگوں کو تردد پیدا ہوا ہے وہ اس بنا پر کہ یہاں لفظ معراج حضور اکرم ﷺ کے سوا

کسی اور کے لیے کیوں استعمال ہوا ہے، اسی طرح انہیں یہ تشویش ہوئی ہے کہ معراج کو محض ''انقلاب اندر شعور'' کہہ کر حضور اکرم ﷺ کے معراجِ جسمانی کی نفی کی گئی ہے۔ میں نے ان تر ددات پر خاصا غور کیا ہے اور معراج کے سلسلے میں علامہ کے اشعار (بزبانِ رومی) کو بار بار پڑھا ہے، جس کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ تر دد رکھنے والے حضرات شاید معاملے کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے۔ حقیقت یہ نظر آتی ہے کہ علامہ نے لفظ معراج کا استعمال صوفیاء کی کتابوں کے حوالے سے کیا ہے جن میں مراتب صعودی کو استعارۃ معراج کہا گیا ہے، یہ اس لفظ کا عام استعمال ہے، خاص استعمال نہیں۔ علامہ کے کلام میں عام استعمال کی یہی صورت ہے جو اس وقت زیر نظر ہے لیکن وہ خاص صورت بھی ہے جس میں معراجِ مصطفوی ﷺ کی تخصیص موجود ہے۔ لفظ معراج کی عام اور خاص صورتوں میں فرق نہ کرنے سے تر دد اور التباس پیدا ہوتا ہے۔ بہر حال جاوید نامہ میں لفظ معراج عام صوفیانہ معنوں میں استعمال ہوا ہے جو ولایت کی حد میں ہے لیکن جاوید نامہ کے اسی باب میں، تھوڑا پہلے خاص معراجِ مصطفوی ﷺ کا بھی ذکر ہے۔ متعلقہ اشعار یہ ہیں:

شاہد ثالث شعور ذات حق	خویش را دیدن بنور ذات حق
پیش ایں نور ار بمانی استوار	حی و قائم چوں خدا خود را شمار
بر مقام خود رسیدن زندگی است	ذات را بے پردہ دیدن زندگی است
مردِ مومن در نسازد با صفات	مصطفیٰ راضی نہ شد الا بذات
چیست معراج، آرزوئے شاہدے	امتحانے رو بروئے شاہدے

ان اشعار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے مدنظر دونوں طرح کے تصورات معراج ہیں، ایک عام جو ولایت کے کمالات میں ہے اور دوسرا خاص جو مقام مصطفوی ہے۔ لیکن یہاں اندازِ بیان کی وجہ سے فرق اتنا لطیف ہے کہ بعض اوقات التباس ہو جاتا ہے۔ میں نے جس حد تک غور کیا ہے علامہ اقبالؒ حضور رسالت مآب ﷺ کی نبوت کو ایک امر خاص الخاص سمجھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پانچویں خطبے میں ثابت کیا ہے:

''محمد عربی برفلاک الافلاک رفت و باز آمد واللہ اگر من رفتمے ہرگز باز نیامدمے''

حضور اکرم ﷺ افلاک پر تشریف لے گئے اور واپس بھی تشریف لے آئے۔ بخدا! اگر

میں جاتا ہرگز واپس نہ آتا۔اس پر بحث کرتے ہوئے حضرت علامہ منصب نبوت کی رفعت اور ہمہ گیری کا اثبات کرتے ہیں۔اور ضمناً اولیاء کی معراج اور رسالت مآب حضرت مصطفیٰ ﷺ کی معراج کا فرق بھی بتا جاتے ہیں۔میں اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ جاوید نامہ اور اپنے دوسرے کلام میں علامہ نے معراج مصطفوی ﷺ کے مقامات بلند اور احوال خاص سے انکار نہیں کیا بلکہ ان کا اثبات کیا ہے اور معترضوں کا یہ خیال غلط ہے کہ علامہ حضور اکرم ﷺ کی معراج کو عام نفسیات کی سطح پر لے آئے ہیں۔یہ تاثر غلط اور بالکل غلط ہے۔اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ علامہ نے عام اشعار میں بھی جہاں جہاں معراج مصطفوی ﷺ کا ذکر کیا ہے وہاں ہر جگہ چند خصوصیات اضافی یا انتزاعی کا بھی التزام کیا ہے جس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ علامہ معراج مصطفیٰ ﷺ کو عام صعود روحانی یا نفسی سے مختلف، منفرد، بلندتر اور خاص الخاص تجربہ یا واقعہ سمجھتے ہیں۔اس سلسلے میں ایک دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔ضرب کلیم میں ایک نظم بعنوان معراج ہے۔

دے ولولۂ شوق جسے لذّت پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج
مشکل نہیں یارانِ چمن، معرکۂ باز
پر سوز اگر ہو نفسِ سینہ دُراج
ناوک ہے مسلمان، ہدف اس کا ثریا
ہے سرِ سرا پردہِ جان نکتۂ معراج
تو معنیٔ ''النجم'' نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مدو جزر ابھی چاند کا محتاج

اس نظم میں علامہ نے معراجِ مصطفوی ﷺ کی تاریخ اور نوعیت بیان نہیں کی بلکہ اس کے اس سر (راز) کی طرف توجہ دلائی ہے جو انسان خصوصاً ایک مسلمان کے لیے اس میں پوشیدہ ہے۔اس کے ذریعے علامہ نے معراج کو مسلمانوں کے لیے ایک عرفان آموز واقعہ قرار دے کر دو باتیں بیان فرمائی ہیں، ایک یہ کہ ایک ذرّہ بھی اگر اپنے اندر ولولہ شوق پیدا کر لے تو مہ و مہر تک نہ صرف یہ کہ اسے رسائی حاصل ہو سکتی ہے بلکہ وہ مہ و مہر کی دنیا کی تسخیر بھی کر سکتا ہے۔اس شعری

زبان میں وہی حقیقت بیان ہوئی ہے جسے اگر فکری زبان میں ادا کیا جائے تو اسے ارتقائے شعور یا استکمال شعور کہا جائے گا۔

دوسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ سورۃ النجم کا اصلی مخاطب جس میں واقعہ معراج کی کچھ کڑیاں موجود ہیں۔ مسلمان (مردمومن) ہے جو چاند تو کیا ستارے افلاک کو عبور کر سکتا ہے۔

اس خیال کی روحانی ماہیئت تو سب جانتے ہیں لیکن اس دورِ ترقی میں اقبال کی نظر میں (اور واقعتاً بھی) انسان کے لیے خلاؤں کی تسخیر ممکن ہوگئی ہے اور واقعہ معراج کی مادی تعبیر کو نہ ماننے والوں کے لیے اب تردد کی گنجائش نہیں رہی۔

مذکورہ بالا نظم کا لُبِّ لُباب یہی ہے اور اس کی مزید تائید کچھ اور اشعار سے بھی ہو جاتی ہے۔ مثلاً

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقام تو اتنا ارفع ہے کہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ معراجِ مصطفوی ﷺ ایک راز ہے، ایک لطیفہ غیبی ہے، ایک سِر الاسرار ہے۔ معراج جسمانی ہو یا روحانی، دن کو ہوئی یا رات کو، خواب میں ہوئی یا بیداری میں، ان سب بحثوں میں الجھنے کے بجائے ہم بقول یہ کیوں نہ کہہ دیں کہ یہ مقام نبوتِ کبریٰ ہے، اس کی صحیح کیفیات کی تعیین ہمارے لیے ممکن ہی نہیں۔ یہ سِر الاسرار ہے جس پر بحث کرنے کے بجائے ایمان لے آنے ہی میں نجات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے بھی مذکورہ بالا مباحث میں الجھنے سے زیادہ ان اثرات وثمرات کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس واقعہ کے زیر اثر مسلمانوں کے ذہن وذوق پر مرتسم ہوئے یا ہونے چاہئیں یا ان معارج ومعالی کی طرف توجہ دلائی ہے جو واقعہ معراج کی غایات ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اقبال نے معراجِ جسمانی کا انکار کیا ہے غلط ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب علامہ عام مردِ مومن کی اس قدرت کو تسلیم کر رہے ہیں کہ ولولہ شوق پیدا کر کے وہ مہ ومہر کی تسخیر کر سکتا ہے۔ (اور بایں جسدِ عنصری کر سکتا ہے) تو خاتم النّبیین اور افضل المرسلین ﷺ کے بارے میں وہ کیوں کر سوچ سکتے ہیں کہ ایک عام مومن تو شش جہات کو عبور کر کے افلاک کی تسخیر بایں جسدِ عنصری کر سکتا ہے لیکن حضور ﷺ بجسدِ عنصری نہیں کر سکتے خصوصاً جب کہ قرآن مجید نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ یہ

سفرِ شب خود اللہ تعالیٰ نے کرایا تھا۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡٓ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا

اب جو چیز قادرِ مطلق نے کرادی اس سے ہم کیسے انکار کرسکتے ہیں۔ ہمارا ذہن جو سلسلہ علت ومعلول کا مارا ہوا ہے متشکک ہوتا ہے کہ ایسا کس طرح ہوسکتا ہے کیونکہ ہمارا شعور وقت اسے تسلیم نہیں کرتا۔ حالات زمان ومکان اور علت ومعلول شئون قدرت میں ہیں اور قدرت کے شئون کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب، بہرحال اس وقت بحث یہ نہیں کہ حضور ﷺ سفرِ آسمانی پر بجسدِ عنصر تشریف لے گئے یا نہیں۔ کہنا یہ ہے کہ اقبالؔ اس بحث سے بچ کر برابر یہ ثابت کررہے ہیں کہ حضور ﷺ کے مقام کبریٰ کی بات الگ رکھو۔ کیونکہ وہ حد ادراک سے بالا ہے، تم صرف یہ دیکھو کہ مقامِ مصطفیٰ ﷺ کتنا بلند ہے۔ جب ایک عام مردِ مومن، یا کوئی فرد بھی جسے خدا استعداد عطا فرمائے، وہ بجسدِ عنصری افلاک کو عبور کرسکتا ہے تو کامل واکمل سیّد المرسلین ﷺ کیوں نہیں کرسکتے۔ دینی سطح پر اس کی تائید سورۃ الرحمٰن کی اس آیت سے ہوتی ہے جس کا حوالہ دیا جاچکا ہے۔ اس میں اِلا بسلطان کا جملہ اس امکان کو بصراحت بیان کررہا ہے۔ اب اس سلطان کے معنی کچھ کرلیجیے۔ استعدادِ روحانی یا خدا کی عطا کی ہوئی، کوئی اور قابلیت یا عقل تجربی یا علم کی طاقت وغیرہ وغیرہ، کوئی معنی کرلیں، بات یہی نکلتی ہے کہ جن اور بشر دونوں کے لیے (سلطان کی مدد سے) اقطار السماوات سے گزرنا ممکن ہے۔ جاوید نامہ میں اقبالؔ نے رومی کی زبان سے جو کچھ فرمایا ہے وہ سوال وجواب کی شکل میں ہے۔ پہلے سوال سنیے پھر جواب دیکھئے:

سوال: باز گفتم پیشِ حق رفتن چساں
کوہ خاک و آب را گفتن چساں

جواب: گفت اگر سلطان ترا آید بدست
می تواں افلاک راز از ہم شکست
نکتہ اِلا بسلطان یاد گیر
ورنہ چوں مور و ملخ در گل بمیر

اس ضمن میں حضرت علامہ نے جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، مراتب صعود کو ''زادن'' یا نیا

جنم لینے سے تعبیر کیا ہے۔ جس کے دوسرے معنی موجودہ کی شکست وریخت ہے۔ یعنی علت و معلول کے موجودہ سلسلے سے اوپر اٹھ جانا اور ایک نئے نظام وقت میں پہنچ جانا ہے جسے برگسان وغیرہ زمان خالص اور اقبال زمان ایزدی کہتے ہیں۔

یہ وہ رموز ہیں جو ہماری عقل علت پسند کی دسترس میں فی الحال نہیں۔ ہم لوگ ابھی اسے روحانی تجربہ یا محض شعور کا ہنگامہ سمجھنے پر مجبور ہیں لیکن خلائی تجربوں نے اس کے جسمانی امکانات کی تسلیم کے لیے راستہ کھول دیا ہے لہٰذا حضور اکرم ﷺ کی معراج کے بارے میں، جسمانی امکانات کو بالکل ردّ کردینے کے حق میں جو سائنس و عقلی فضا پہلے تھی وہ اب نہیں رہی۔

اب نفسیات کی دریافتیں اور ان سے متعلق فلسفیانہ شعوریات کی نہج اس درجہ بدل چکی ہے کہ انتہا پسندانہ نفسیات بھی محض شعور کو اتنی اہمیت نہیں دیتی جس پر پہلے بہت زور دیا جاتا تھا۔ جدید تر طبعیاتی فکر نے ثابت کر دیا ہے کہ شعور وجود کو مستلزم ہے۔ کوئی شعور وجود کے بغیر ممکن نہیں۔ شعور کا ارتقاء اور انقلاب بھی وجود کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ لہٰذا شعور اور وجود کو الگ الگ حقیقتوں کے طور پر دیکھنا غلط ہے۔ معراج کیا ہے محدود کا نا محدود یا حقیقت کبریٰ کی طرف مرحلہ بڑھنا، اب اگر حقیقت کبریٰ کو وجود محض مانا جائے تو اس کے ساتھ لازماً شعور محض بھی ہوگا لہٰذا محدود کا نا محدود کی طرف سفر شعوراً بھی ہوگا اور وجوداً بھی، یہی معراج کی حقیقت ہے۔

پھر اگر وجودِ محض اور شعورِ محض سب جگہ جاری و ساری ہے جیسا کہ جدید طبیعیات کا رجحان یہی ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ محدود شعور لامحدود شعور سے مرتب ہو اور جسم بھی اس کے ساتھ شامل ہو۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ شعور محدود اور وجود محدود، شعور لامحدود اور وجود لامحدود سے اتحاد حاصل کرے اور اتحاد کی اکمل ترین صورت معراج مصطفوی ﷺ ہے۔

میں نے یہ خیالات حضرت علامہ کے افکار پر قائم کردہ مجموعی تاثر کی بنیاد پر ظاہر کیے ہیں، جن کی تائید بعض دیگر بحثوں سے بھی ہوتی ہے مثلاً انہوں نے خودی کے ارتقاء، حیات بعد الموت اور خود موت کی حقیقت پر خطبات، گلشن راز اور جاوید نامہ وغیرہ میں جو بحثیں کی ہیں ان سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

خطبات میں حیات بعد الموت کی بحث میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ

الفاظ نقل کرنے کے بعد کہ ''حیات بعد الموت کے لیے کوئی ایسا مادی پیکر ناگزیر ہے جو خود کے نئے ماحول میں اس کے مناسب حال ہو۔'' بعثت ثانیہ ایک حقیقت اور انسان کے ماضی پر غور کرنے کے بعد یہ غیر اغلب نظر آتا ہے کہ اس کی ہستی جسم کی ہلاکت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ ختم ہو جائے۔ یہاں تک حضرت علامہ کے الفاظ تھے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ جب حیات کے لیے جو شعور کا دوسرا نام ہے مادی پیکر ناگزیر ہے تو معراج کے لیے جو شعور کے ایک درجہ کمال کا نام ہے۔ مادی پیکر یا جسدی التزام کیوں ناگزیر نہ ہوگا۔

علامہ اقبال سیّد نذیر نیازی کے نام ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں: بعثت (یا حیات بعد الممات) نام ہے ایک نئے TIME SYSTEM کے ساتھ خود کو ADJUST کرنے کا۔ ...... حیات بعد الموت، انسانی کوشش اور فضل الٰہی سے ممکن ہے۔ ......بعثت ثانیہ ایک BIOLOGICAL PHENAMENON (حیاتیاتی سلسلہ عمل ہے) اس میں انسانی کوشش کو بھی ایک حد تک دخل ہے۔ زندگی کے مدارج بے شمار ہیں اس ضمن میں بہت سے امور عقل انسانی سے باہر ہیں۔

یہ اس مکتوب کے چند اقتباسات ہیں۔ یہ اگر چہ حیات بعد الممات سے متعلق ہیں اور معترض کہہ سکتا ہے کہ ان کا معراج سے کیا تعلق ہے لیکن حیات ثانیہ کی اس بحث کے اندر رواں فکری تہ موج پر اگر غور کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر مر جانے کے بعد شعور (روح) اور جسم کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا اور رؤیا میں بھی جسم ہمراہ ہوتا ہے تو تجربہ معراج میں روح (شعور) اور جسد کو الگ الگ ماننے پر ہم کیوں مجبور ہیں۔

یہاں تک معراج کی حقیقت پر گفتگو ہوئی ہے۔ اب ایک آدھ بات مسلم معاشرے پر معراج کے اثرات کے بارے میں آ رہی ہے جس کی تحقیق کی دعوت حضرت علامہ نے 1928ء میں مسلم محققین کو دی تھی۔ یہ موضوع اتنا نادر اور کثیر الاطراف ہے کہ اس پر علامہ خود ہی کچھ رقم فرماتے تو حق ادا ہوتا لیکن انہیں مہلت نہ ملی۔ اس لیے ان کے کلام نظم و نثر سے کچھ اشارے جمع کیے جا سکتے ہیں مثلاً یہی کہ معراج دراصل ایک نکتۂ ہدایت ہے مسلمان کے لیے کہ وہ اگر چاہے تو مہ و مہر کی تسخیر کر سکتا ہے یا یہ کہ معراجِ مصطفےٰ ﷺ کا درس یہ ہے کہ گردوں

عالم بشریت کی زد میں ہے یعنی بشر کے لیے ممکن ہے کہ وہ افلاک کی تسخیر کر سکے۔ ان معنوں میں معراج حقائق علوی کی دریافت کے لیے ایک جذبہ انگیز مہمیز ہے اور افلاک کی تسخیر کے لیے نشانِ راہ۔ علامہ کے لیے باعثِ تشویش شاید یہ امر تھا کہ مسلمانوں نے حقائق روحانی کی طرف تو پوری پوری توجہ کی اور خطیرہ القدس تک کی خبر لے آئے لیکن اس واقعہ سے پیدا شدہ دوسری قریبی معرفتیں جن کی بدولت یورپ آج خلائی تسخیر کے قابل ہو سکا ہے کیوں نظرانداز کر گئے؟ یہ نکتہ علامہ کی نظر میں قابل تحقیق ہے۔

بہرحال معنوی درس کے علاوہ، واقعۂ معراج نے اتنا ضرور کیا کہ مسلمانوں کو علوم کی بعض خاص شاخوں کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔ احادیث میں خصوصاً بخاری شریف میں آسمانی دنیا کے جو نقشے بسلسلۂ معراج پیش کیے گئے ہیں ان سے علم الجو، فلکیات، طبعیات اور دیگر سماواتی فنون کی تشویش ایک قدرتی امر تھا۔

معراج سے مسلمانوں کے ایمان بالرسالت میں گہرائی پیدا ہوئی اور حضور اکرم ﷺ کی اکملیت اور اشرفیت کا یقین محکم ہوا۔ جہاں بعض دوسرے انبیاء کے آسمانی سفر ایک خاص مقام تک پہنچ سکے وہاں حضور اکرم ﷺ کا سفر، نبوت کے راستے کی آخری منزل قرار پایا۔ اس سے ایقان میں گہرائی پیدا ہوئی اور خدا کی ہستی کی محسوس شہادت میسر آئی۔ میں نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہ میرے خیالات ہیں، میں نے یہ جرأت اس لیے کی ہے کہ کوئی ذی علم شخص علامہ کی آرزو پوری کرنے کے لیے غائر تحقیق کرے۔ اس کے علاوہ معراج کی حقیقت اور اس کے اسرار کے سلسلے میں مزید کاوش کی جائے جس سے اس اہم عقیدے کے گہرے اور بلند تر معانی کا مزید ادراک حاصل ہو اور جاوید نامہ میں مندرج علامہ کے خیالات بسلسلۂ معراج کے متعلق ہماری بصیرت میں اضافہ ہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

حکمتِ اقبال پر ایک عمومی نظر

7

ڈاکٹر محمد رفیع الدین
کی کتاب 'حکمت اقبال' سے ایک باب

اقبال کے افکار حکمتِ مغرب سے ماخوذ نہیں

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اقبال نے اپنے تصورات حکمائے مغرب سے مستعار لیے ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کی نگاہ میں اقبال پر لکھنے یا ریسرچ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اقبال کے ماخذ کو حکمتِ مغرب میں تلاش کیا جائے اور اسے وہ ایک نہایت ہی ضروری اور بڑا عظیم الشان کام سمجھتے ہیں جو لوگوں کو اقبال پر کرنا چاہیے۔ دراصل یہ لوگ مادّی علوم میں مغرب کے تفوّق سے مرعوب ہو کر یہ سمجھتے ہیں کہ ان انسانی علوم میں بھی جس کو اقبال نے اپنے غور وفکر کا موضوع بنایا ہے، کہاں کوئی مشرق کا آدمی مغرب سے الگ راہیں پیدا کر سکتا ہے۔ حالانکہ حکمائے مغرب کو خود اعتراف ہے کہ وہ انسانی علوم میں کوئی ترقی نہیں کر سکے یہ لوگ اس بات کو نظر انداز کر جاتے ہیں کہ تمام حکیمانہ افکار کسی نہ کسی تصورِ حقیقت کے اجزاو عناصر ہوتے ہیں اس کی تشریح اور تفسیر کرتے ہیں اور اس کے اردگرد ایک نظامِ حکمت بناتے ہیں اقبال کا تصورِ حقیقت اسلام کا خدا ہے جس کے لیے وہ خودیٔ عالم کی فلسفیانہ اصطلاح کام میں لاتا ہے اور مغرب میں ایک بھی فلسفی ایسا نہیں جس کا تصورِ حقیقت اسلام کا خدا ہو۔ لہٰذا ممکن ہی نہیں کہ کسی مغربی حکیم کا کوئی تصور اپنی اصلی حالت میں اقبال کے کام آ سکے اس میں شک نہیں کہ خودی (SELF) کی فلسفیانہ اصطلاح بعض حکمائے مغرب نے بھی استعمال کی ہے لیکن ان میں کسی کے ہاں اس اصطلاح کے معنی وہ نہیں لیے گئے جو

اقبال نے لیے ہیں اور جس کے منطقی یا عقلی مضمرات یا نتائج، اسلام کے خدا کی صفات کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوں اگر اقبال کے فلسفہ کا مرکزی تصور یعنی تصورِ خودی اس کا اپنا تصور ہے جو کسی اور فلسفی کے ہاں موجود نہیں تو پھر ضروری ہے کہ اقبال کے اس مرکزی تصور کے مضمرات اور متضمّنات بھی اس کے اپنے تصورات ہوں اگرچہ ان میں سے بعض ایسے ہوں جو کچھ مغربی فلسفیوں کے تصورات سے مشابہت رکھتے ہوں اور بظاہر ان سے مستعار نظر آتے ہوں۔

ظاہر ہے کہ ایک فلسفی جب اپنے تصورِ حقیقت کی تشریح یا ترجمانی کرے گا اور اس کے نتائج اور مضمرات پر بحث کرے گا تو اس غرض کے لیے اُن ہی حقائق کو کام میں لائے گا جو اس کی تعلیم و تربیت اور مطالعہ اور مشاہدہ نے اس کے دائرۂ علم میں داخل کر رکھے ہوں گے لیکن یہ حقائق اس کے تصورِ حقیقت کے رشتہ میں منسلک ہوتے وقت اس تصور کے رنگ میں اس طرح سے رنگے جائیں گے کہ وہ عقلی اور منطقی طور پر اسی کے مضمرات بن جائیں گے۔ اقبال کے معلوم حقائق اسے اپنے تصورِ حقیقت کے نتائج کے استخراج اور استنباط میں اس کی مدد کرتے ہیں اس کے لیے ایک اکساہٹ کا کام دیتے ہیں اس کی توجہ ضروری سمتوں کی طرف مبذول کرتے ہیں لیکن خود اپنی اصلی حالت میں اس کے تصورِ حقیقت کے نتائج نہیں بن سکتے بظاہر نظر آئے گا کہ وہ ان حقائق کو پوری طرح سے استعمال کر رہا ہے لیکن درحقیقت وہ ان کو صرف اسی حد تک استعمال کرتا ہے جس حد تک کہ وہ اس کے تصورِ حقیقت کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں اور اس کی تشریح اور تفسیر کا درجہ اختیار کر سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اقبال کا تصورِ ارتقاء برگسان سے، اس کا تصورِ خودی فشتے اور نیٹشے سے، اس کا تصورِ وجدان جیمز وارڈ سے اور اس کا تصورِ ریاست ہیگل سے ماخوذ ہے لیکن درحقیقت ظاہری مشابہت کے باوجود اقبال کے یہ تصورات ان فلسفیوں کے متوازی نظریات سے یکسر مختلف ہیں اور اقبال اور مغرب پر لکھنے والوں کے لیے بڑا عظیم الشان کام دراصل یہی ہے کہ کس طرح سے اقبال کے تصورات ان فلسفیوں کے تصورات سے مختلف ہیں اور ان سے زیادہ معقول اور مدلل ہی نہیں بلکہ صحت اور درستی کے تمام معیاروں پر پورا اُترتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اقبال نے پورے غور و فکر کے ساتھ مغربی فلسفہ کا مطالعہ کیا ہے یہاں تک کہ اقبال اس کی رگ رگ سے باخبر ہو گیا ہے اور وہ اس کے آب و گل میں سرایت کر گیا ہے۔

ہے فلسفہ مرے آب و گل میں　　　　پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں

اقبال اگرچہ بے ہنر ہے　　اس کی رگ رگ سے باخبر ہے

لیکن مغربی فلسفہ نے اقبال پر کوئی اثر نہیں کیا اس لیے کہ وہ حقیقت کے غلط تصورات پر قائم ہے۔اسی فلسفہ کے متعلق وہ کہتا ہے:

انجامِ خرد ہے بے حضوری　　ہے فلسفہ زندگی سے دوری
تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا!　　زناریٔ برگساں نہ ہوتا!
ہیگل کا صدف گہر سے خالی　　ہے اس کا طلسم سب خیالی

حکمائے مغرب کے تصورات سے متأثر اور مرعوب ہونا تو درکنار اقبال ان تصورات کو اپنے وجدانِ حقیقت کی روشنی میں پرکھتا ہے اور جانتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کہاں تک درست ہے اور کہاں تک غلط۔جس حد تک کوئی تصور درست ہوتا ہے وہ اسے اپنے حکیمانہ موقف کی تشریح اور تفسیر کے لیے کام میں لاتا ہے اور جس حد تک وہ غلط ہوتا ہے وہ اسے نظر انداز کرتا ہے بلکہ اس کے خلاف تنبیہ کرتا ہے۔حکمت مغرب کا طلسم اس پر کام نہیں کرتا۔وہ جانتا ہے کہ حکمت مغرب میں دانہ بھی ہے اور دام بھی اور وہ دانہ کو لے لیتا ہے اور دام کو توڑ دیتا ہے۔اس طرح سے حکمت مغرب کی آگ اس کے لیے گلزارِ ابراہیمؑ بن جاتی ہے:

طلسم عصر حاضر را شکستم　　ربودم دانہ و دامش گستم
خدا داند کہ مانند براہیم　　بنارِ او چہ بے پروا نشستم

فلسفۂ خودی کی آسان اور مختصر تشریح کا مطالبہ دُرست نہیں

پھر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اقبال کے فلسفۂ خودی کی تشریح کو آسان اور مختصر ہونا چاہیے لیکن یہ مطالبہ جو دراصل فلسفہ خودی کی نوعیت کو نظر انداز کرنے سے پیدا ہوتا ہے، درست نہیں۔فلسفہ خودی کوئی قصہ یا داستان نہیں کہ ہم چاہیں تو اسے مختصر بھی کر سکیں اور آسان بھی یہ مطالبہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ علم طب کو یا طبیعیات کو یا حیاتیات کو یا نفسیات کو آسان اور مختصر ہونا چاہیے۔ظاہر ہے کہ ان علوم میں سے کوئی بھی اپنی قدرتی حدود سے زیادہ نہ آسان ہوسکتا ہے اور نہ مختصر۔ان میں سے ہر ایک اشیاء کے اوصاف وخواص کا علم ہے اور اشیاء کے اوصاف وخواص تو وہی ہو سکتے ہیں جو قدرت نے ان کو دیے ہیں۔ہم ان کو تعداد میں کم نہیں کر سکتے۔لہٰذا ان کے علم کو آسان یا مختصر کیسے بنا سکتے ہیں۔فلسفہ خودی بھی رُوحِ انسانی کے

اوصاف وخواص کا علم ہے چونکہ رُوحِ انسانی کے اوصاف وخواص وہی ہیں جو قدرت نے اسے دیے ہیں لہٰذا ہم روحِ انسانی کے علم کو بھی اس کی قدرتی حدود سے زیادہ آسان یا مختصر نہیں بنا سکتے۔ اگر ہم ریاضیات یا طبیعیات کے علم میں سے بی اے یا بی اے کے اوپر کے معیار کے مسائل یا حقائق کو حذف کر کے صرف انٹرمیڈیٹ کے معیار کی ایک کتاب لکھ دیں تو ہمارا یہ دعویٰ غلط ہوگا کہ ہم نے ریاضیات یا طبیعیات کو آسان اور مختصر کر دیا ہے درآنحالیکہ دوسروں نے اسے خواہ مخواہ طویل اور مشکل بنا دیا تھا اور پھر علم کے متعلق انسان کا قدرتی اور صحیح مطالبہ یہ نہیں کہ وہ مختصر ہو بلکہ یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ وسیع اور مفصل ہو۔ انسان اپنی فطرت سے مجبور ہے کہ وہ علم کو برابر وسعت دیتا رہے اور اس غرض کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کرے اور کسی خطرے کو زیادہ نہ سمجھے۔ علمی ریسرچ جس پر کروڑوں روپیہ دنیا بھر میں صرف ہو رہا ہے اور ہزاروں فضلاء اور حکماء کام کر رہے ہیں انسان کی فطرت کے اسی پہلو کو مطمئن کرتا ہے اور پھر روحِ انسانی کے اوصاف وخواص کا علم تو تمام علوم سے زیادہ ضروری اور مفید ہے بلکہ یہ علم تو انسان کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اس کے بغیر اس وقت انسانیت ہلاکت کے دروازے پر کھڑی ہے کیا ایسے مطالبے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کے متعلق کم جانے اور زیادہ تر تاریکی میں رہے تا کہ اس کے اعمال میں راہ دانی کا عنصر کم ہو اور بے راہ روی کا عنصر زیادہ ہو جس طرح سے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے جسمانی اعمال اور وظائف کو زیادہ سے زیادہ سمجھیں تا کہ جسمانی بیماریوں کے عوامل اور معالجات کو زیادہ سے زیادہ جانیں اور صحت اور تندرستی سے زندگی بسر کر سکیں اسی طرح سے ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی خودی کے اعمال اور وظائف کو زیادہ سے زیادہ سمجھیں تا کہ خودی کی بیماریوں کے عوامل اور معالجات کو زیادہ سے زیادہ جانیں اور اپنی ساری زندگی کو خوشگوار بنا سکیں۔ دورِ حاضر میں انسانی سوسائٹی کی تمام خرابیوں اور بدحالیوں کا (جن میں جنگ، مفلسی، بداخلاقی، بے اطمینانی، ظلم اور تشدد شامل ہیں) اور انسانی علوم کے اندرونی انتشار اور بے ربطی کا باعث خودی کے علم کی کمی ہے۔ ہر علم ترقی کرتا ہے یہ علم کی ایک خصوصیت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف سے انسان علم کا پیاسا ہے اور دوسری طرف سے اشیاء کے خواص واوصاف کے علم کی کوئی حد نہیں اور پھر علم جب وسیع ہوگا اور ترقی کرے گا تو اسی نسبت سے اس کو حاصل کرنا بھی مشکل ہوتا جائے گا تو پھر کیا ایک علم ایسا ہونا چاہیے کہ جسے ہم بہ تکلف آسان اور مختصر رکھیں اور وہ علم بھی جو ہر انسانی کا علم ہو جو سب

سے زیادہ ضروری ہے۔ہم اپنے کسی عزیز کو جو پھیپھڑے کی بیماری میں مبتلا ہو کسی ایسے ڈاکٹر کے پاس نہیں لے جا سکتے جس کا علم انسانی پھیپھڑوں کے متعلق آج سے پچاس سال پہلے کی تحقیقات تک محدود ہو یا جس کے متعلق ہمیں معلوم ہو کہ پھیپھڑوں کے متعلق جو علم انسان کو آج تک حاصل ہو سکا ہے وہ اس کا نصف ہی جانتا ہے تو پھر جو ہر انسانی کے متعلق محدود واقفیت کی خواہش کرنے میں کون سی حکمت ہے ہاں یہ درست ہے کہ خودی کا علم تو زیادہ سے زیادہ مبسوط اور مفصل بنایا جائے لیکن مبتدیوں کے لیے آسان اور مختصر کتابیں بھی ہوں پھر جو لوگ علم خودی کے ماہرین بننا چاہیں وہ ایسی کتابوں کا مطالعہ کریں جو علم خودی کی ان انتہائی تفصیلات پر مشتمل ہوں جو آج تک انسان کے دائرہ علم میں آ چکی ہیں تاکہ وہ ان تفصیلات کی گہرائیوں میں اور جائیں اور ان میں اضافہ کریں اور اس طرح سے خودی کا علم ترقی کرتا رہے اور پھر اس بات پر بھی غور فرمائیے کہ مشکل اور آسان کے اوصاف محض اضافی ہیں جو علم ایک شخص کے لیے مشکل ہے وہ دوسرے کے لیے آسان ہو جاتا ہے جو اسے محنت سے حاصل کرتا ہے۔مشکل علوم میں سے کون سا علم ایسا ہے جس کے ماہرین ضروری تعداد میں موجود نہ ہوں اگر علم حاصل کرنے کی خواہش نہ ہو تو کوئی علم آسان نہیں ہوتا۔قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ آسان ہے لیکن خود عربی دانوں میں ایسے لوگوں کی تعداد کم نہ ہوگی جن کے لیے بغیر کوشش اور محنت کے قرآن کا سمجھنا مشکل ہے دراصل قرآن کے اس دعویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن صداقت ہے اور صداقت چونکہ پہلے ہی انسان کے دل کے اندر موجود ہوتی ہے لہٰذا جو شخص اپنے آپ کو یا اپنے دل کو جانتا ہو اس کے لیے اس کا سمجھنا اور باور کرنا آسان ہوتا ہے۔

بَلۡ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الۡعِلۡمَ (49:29)

''بلکہ وہ روشن یعنی واضح اور قابل فہم آیات ہیں جو پہلے ہی ان لوگوں کے دلوں میں موجود ہیں جن کو اپنے آپ کا علم دیا گیا ہے''

فلسفۂ خودی بھی چونکہ سچا فلسفہ ہے اور انسان کا دل اس کے نکات کی صحت کی شہادت دیتا ہے لہٰذا وہ آسان ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مطالعہ یا کوشش یا محنت کے بغیر سمجھ میں آ سکتا ہے۔قدرت کا قانون ہے کہ انسان کوشش کے بغیر کوئی چھوٹی یا بڑی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ لَيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى انسان وہی کچھ حاصل کرسکتا ہے جس کے لیے کوشش کرے۔

(جاری ہے)

جدید تعلیمی ادارے
اسلامی اقدار کو تبدیل اور تباہ کر رہے ہیں

ملک کی دو اہم یونیورسٹیوں (جامعہ کراچی اور جامعہ پنجاب) کا چشم کشا مطالعہ

2

سید خالد جامعی

(بشکریہ ماہنامہ البرہان لاہور، مارچ 2019ء)

ڈاکٹر عارفہ فرید کی اصل عبارت 'خط نستعلیق' میں ہے اور قوسین میں ہم نے خط نسخ میں اپنا تبصرہ پیش کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

محترمہ ڈاکٹر عارفہ فرید اور 1950ء کی کراچی یونیورسٹی

ہندوستان کے مسلمان اپنے ساتھ جو کلچر لائے تھے اور جو کلچر پاکستان کی سرزمین پر پہلے سے قائم تھا جب ان دونوں کے اختلاط کے بعد ان پر وقت کی باگ چھٹی تو روایتوں کی اتنی تیزی سے شکست وریخت ہوئی کہ کسی بھی رویہ یا طرز عمل کو پکڑ کر یہ کہنا مشکل ہوگیا کہ یہ پاکستانی کلچر کی روایت ہے۔ (غور کیجیے دین کی جگہ کلچر کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ جدیدیت کا یہی طریقہ ہے۔ عارفہ فرید صاحبہ فلسفی ہیں لہٰذا دین کی روایات کو عقیدے سے نکال کر ہندوستانی مقامی ثقافت سے دانستہ جوڑدیا گیا تاکہ بتایا جائے کہ کلچر تو بدلتا رہتا ہے جب کہ دین کبھی نہیں بدلتا۔ اسی طرح روایت بھی بدل سکتی ہے اگر وہ مذہب سے وابستہ نہ ہو۔ مذہبی روایت کبھی نہیں بدلتی جیسے مسواک کرنا، سلام کرنا، بڑوں کا ادب، بزرگوں کی تعظیم، عورتوں کا احترام، ان کو اپنی ماں بیٹی کی طرح سمجھنا، افطار میں کھجور کھانا، مہمان کو اللہ کی رحمت سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔)

جامعہ کراچی میں بھی یہی کچھ ہوا۔علی گڑھ کے پروفیسر خواتین کی علیحدہ یونیورسٹی کے آرزومند تھے۔مخلوط تعلیم اورلڑکےلڑکیوں کا آپس میں بات کرنا ان کوسخت ناپسند تھا۔(یعنی یہ چند اساتذہ کا ذاتی مسئلہ تھا مذہبی، تہذیبی، اخلاقی، اسلامی، ایمانی، دینی اور قومی، ریاستی، ادارتی، حکومتی مسئلہ نہیں تھا۔)

ادھر طلباء اور طالبات کا یہ عالم کہ آپس میں جھجھک اور لحاظ کے مارے شاذ و نادر ہی کبھی کوئی بات چیت ہوتی۔لڑکوں کا تو کہہ نہیں سکتی،لڑکیاں اپنے ہم جماعت لڑکوں کے نام تک سے ناواقف رہتی تھیں۔لڑکیاں گروپ بنا کر چلتی تھیں۔کیمپس پر کوئی اکیلی لڑکی چلتی نظر نہ آتی۔لڑکے لڑکیوں کے نام سے پہلے ''مس'' لگا کر پکارتے تھے۔لڑکیاں لڑکوں کے نام کے ساتھ ''بھائی'' لگاتی تھیں۔ (آج کل کی لڑکی لڑکے کو بھائی کیوں نہیں کہتی؟ یہ اصل نکتہ ہے۔ محترمہ ڈاکٹر عارفہ فرید نے اس پر توجہ نہیں دی۔)

پھر رفتہ رفتہ قربتیں بڑھیں اور فاصلے کم ہوئے۔آپس میں بات چیت کا رواج ہوا۔ برقعے تقریباً ناپید ہوگئے یا کم ہوگئے۔لڑکیوں نے گاؤن کا سہارا لیا۔پھر آزادی کی طرف مزید قدم بڑھایا۔سر پر دوپٹے رہنے لگے۔پھر وہ بھی گلے میں پڑنے لگے۔ (قربتیں بڑھنے کا نتیجہ برقع کا خاتمہ تھا۔ فاصلے کم ہوگئے تو فاصلے بڑھانے والے برقع پردہ حجاب شرم حیاء کی کیا ضرورت؟ وہ دوپٹے جو پہلے سر پڑتے تھے گلے میں آگئے اور آخر کار گلے پڑگئے اور اب اتر ہی گئے۔)

اب لڑکےلڑکیاں برابری کے احساس کے ساتھ دوستانہ ماحول میں کلاسوں میں آتے جاتے ہیں۔وقت کا یہی تقاضا تھا۔وقت کا ساتھ نہ دیں تو انسان پیچھے رہ جاتا ہےاور زمانہ آگے نکل جاتا ہے۔لڑکیوں میں خوداعتمادی پیدا ہوئی۔(یعنی لڑکیوں کی شرم وحیاء کو محترمہ اعتماد کی کمی بتارہی ہیں اس لیے عصر حاضر میں بے شرم عورت کے لیے کہتے ہیں وہ بولڈ (BOLD) عورت ہے۔ پہلے لڑکیاں لڑکوں کے برابر نہیں تھیں ان میں تفاوت تھا جب آپس میں میل جو بڑھا برقعے اتر گئے تب برابری کا احساس پیدا ہوا اور دوستانہ ماحول نے جنم لیا اس سے پہلے ایک

دوسرے سے بُعد تھا اس لیے آپس میں میل جو نہ تھا دوست ہی آپس میں ملتے ہیں) لڑکوں کی چھیڑ چھاڑ کی عادت ختم ہوئی (آزادنہ اختلاط کے بعد چھیڑ چھاڑ کی کیا ضرورت؟ ہر طرح کی جب آزادی مل گئی تو مسئلہ خود حل ہوگیا)۔خیالات کا تبادلہ ہوا۔ دونوں جنسوں کو پتہ چلتا کہ ان کا تعلق ایک ہی نوع سے ہے۔ مفاہمت بڑھی۔ ایک دوسرے پر اعتماد بڑھا۔ ترقی کی راہیں کھلیں۔ (مغرب بھی یہی بتاتا ہے کہ عورت مرد کی دوستی سے ہی ترقی کی راہیں کھلتی ہیں۔ پہلی مرتبہ مرد کو معلوم ہوا کہ عورت بھی ہم جنس ہے، انسان ہے، آدم کی اولاد ہے۔ یونیورسٹی کی مخلوط تعلیم سے پہلے یہ بات نہ لڑکے کو معلوم تھی نہ لڑکی کو) فرسودگی نے پیچھا چھوڑا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے جو تھا وہ غلط تھا۔ وہ اُس وقت کا تقاضا تھا یہ اِس وقت کی پکار ہے۔ (اسے کہتے ہیں ہیگل کا تصور تاریخ۔ جدلیاتی تاریخ۔ ہر زمانے کا اپنا سچ ہوتا ہے۔ سچ آفاقی، حقیقی، قطعی نہیں ہوتا زمانہ بدلنے سے سچ بدل جاتا ہے ہر اگلا زمانہ پچھلے سے بہتر ہوتا چلا جاتا ہے ,ANTI THESIS THESIS اور SYNTHESIS یہی ہے۔ پردہ، حجاب، شرم، حیاء سب فرسودہ اقدار تھیں) پہلے یہ غلط تھا اب وہ غلط ہے۔ روایتیں معاشرہ کی بھلائی کے لیے ہوتی ہیں ان کو بت بنا کر پوجا نہیں جا سکتا۔ اگر ان کی افادیت ختم ہوجائے تو وہ خود بخود دوسری روایتوں سے بدل جاتی ہیں (یعنی عورت مرد کی دوستی روایت ہے۔ پہلے عورت مرد میں فاصلہ روایت تھا اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ روایت اور ثقافت تو بدلتی رہتی ہے۔ کل عورت کپڑے اتار دے تو یہ روایت بھی معاشرے کی بھلائی میں شمار ہوگی۔ یہ وقت کا تقاضا ہے اور وقت بدلتا رہتا ہے۔) البتہ سچائی، انسانیت اور محبت چند ایسی آفاقی اور مطلق روایتیں ہیں جن کا کوئی نعم البدل نہیں (پروفیسر ڈاکٹر عارفہ فرید، پاکستانی کلچر کی روایات، کراچی، رائل بک کمپنی 1993ء، ص123، 133)

اس عبارت کو پڑھنے کے بعد سوچیے کہ علی گڑھ اور سر سیّد کے خلاف اس وقت کے جید علماء نے جو متفقہ مشترکہ فتوے دیے کیا وہ غلط تھے؟ وہ بڑے لوگ تھے، وہ اکابر تھے ان کی رائے بغیر کسی

شک وشبہ کے درست تھی۔ تاریخ، حالات، واقعات اور تجربات نے ان کی رائے کی سو فیصد تصدیق کردی ہے۔ مغرب میں اس کا جزوی ردّعمل DAD SCHOOL, MOM SCHOOL کی صورت میں سامنے آرہا ہے۔ عہد حاضر کے اصاغر کی رائے جدیدیت اور جدید تعلیم کے بارے میں معتبر نہیں ہے۔ حقیقت میں وہ بڑے تھے اور ہمیں تو بس بڑوں کی موت نے بڑا بنا دیا ہے۔

عارفہ فرید خود فلسفی ہیں مگر وہ اس بات کے ادراک سے قاصر ہیں کہ جب ایک عورت مرد جیسی ہو جائے اور مرد جیسے کام کرے تو عورتوں کے کام کون کرے گا؟ اللہ نے جو اعضاء عورت کو دیے ہیں وہ مرد کو نہیں دیے۔ مغرب نے آزادی، تعلیم، نوکری کے ذریعے خاندانی نظام کو تباہ کردیا۔ اس صدی کا لبرازم کا سب سے بڑا فلسفی جان رالس لکھتا ہے کہ عورت کو مرد جیسا بنا دو وہ بچے پیدا نہیں کرے گی۔ بچے روکنے کے لیے قانون کی ضرورت نہیں۔

CHINA HAS IMPOSED HARSH RESTRICTIONS ON THE SIZE OF FAMILIES & HAS ADOPTED OTHER DRACONAIN MEASURES BUT THERE IS NO NEED TO BE SO HARSH. INSTUCTIVE HERE IS THE INDIAN STATE OF KERALA, WIHCH IN THE LATE 1970s EMOPWERED TO VOTE & MANAGE WEALTH & PROPERY. AS A RESULT, WITHOUT INVOKING THE COERCIVE POWER OF THE STATE. CHNA'S BIRTH RATE IN 1979 WAS 2.8 KERALA'S 3.0. IN 1991 THESE RATES WERE 2.0 & 1.8 RESPECTVELY. (JHON RAWLS., THE LAW OF PEOPLE WITH THE IDEA OF PUBLIC REASON REVISITED, HARVARD UNIVERSITY PRESS, USA. 2003, P 110)

پہلے اپنے ایمان و عقیدے کی اصلاح کیجیے، پھر متبادل کا سوال اٹھایئے

ہم آپ کو جدید تعلیم کا متبادل بھی بتا دیں گے لیکن پہلے جدیدیت کا انکار کیجیے۔

سوال یہ ہے کہ پھر تعلیم و تعلّم کا سلسلہ کیسے ہو؟ اسکول کی تعلیم کے بغیر آپ جاہل رہ جائیں گے۔ جہالت خود ظلم ہے۔ اگر جدید تعلیم نہ ہو تو اس کا متبادل کیا ہے؟ جدید فنون کے بغیر دنیا

کیسے چلے گی؟ ہم پیچھے رہ جائیں گے وہ آگے نکل گئے ہیں۔ ترقی کیسے ہوگی؟ بنیادی مسئلہ ترقی ہے اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم ان کے قریب کیسے پہنچ جائیں کیوں کہ ہم تو بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ سوال ہے یہ کہ قرآن نے جہالت کی کیا تعریف کی ہے اور جاہلیت کسے کہا ہے؟ عاد، ثمود، فراعنہ __ ترقی، سائنس، ٹیکنالوجی میں انبیاء علیہم السلام سے بہت آگے تھے۔ قرآن اس تمدن کو جاہلیت خالصہ کیوں کہا؟ ضلالت کیوں قرار دیا؟ اس سے بھی زیادہ اہم ترین سوال یہ ہے کہ دنیا میں ترقی کا کوئی ماڈل سود اور قرضے کے بغیر ہے یا نہیں؟ کیا روایتی الہامی تہذیبوں میں ترقی قدر تھی یا نہیں؟ کیا کسی دین اور مذہب میں ترقی عقیدہ ہے یا نہیں؟ کیا ترقی بغیر سود قرضے بھیک امداد خیرات کے ممکن ہے یا نہیں؟ کیا ترقی کا کوئی ایسا ماڈل موجود ہے جس نے ماحولیاتی آلودگی پھیلا کر دنیا تباہ و برباد نہ کیا ہو اور اربوں مخلوقات کو قتل نہ کیا ہو؟

یہ اہم سوالات ہیں مگر ان سوالات کے سلسلے میں دنیا کی تہذیبوں میں علم کی تعریف، تعلیم کی تاریخ، معاش کے حصول کی تاریخ اور علم کی تاریخ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ علم، فنون (CRAFT ART) کاری گری میں کیا فرق ہے، وہ جاننا ضروری ہے، صدیوں تک سائنس پہلے فلسفے کی شاخ کیوں تھی انیسویں صدی میں اچانک سائنس فلسفے سے الگ کیسے ہوئی اور بیسویں صدی میں سائنس خود کیوں فلسفہ بن گئی؟ فلسفۂ سائنس (PHILOSOPHY OF SCIENCE) ایک نیا فلسفہ ہے یہ پہلے کیوں نہیں تھا؟ سائنس فلسفے سے الگ کیوں کی گئی۔ سترھویں صدی تک سب سے بڑا فلسفی وہ تھا جو مابعد الطبیعیاتی سوالات کا جواب دیتا تھا، سائنس دانوں کو نیچرل فلاسفر کہا جاتا تھا، تجربی علم کو یونان میں اور روایتی تہذیبوں میں علوم کی تلچھٹ شمار کیا جاتا تھا۔ یونان میں سوفسطائیہ کو فلسفیوں نے گالی بنا دیا جو علم بیچتے تھے۔ کانٹ نے قبل تجربی اور بعد تجربی علم عقلیت اور تجربیت کو ملا کر سائنس کو العلم کا درجہ دیکر میٹا فزکس کو احمقانہ کام قرار دیا اس نے کہا کہ میٹا فزکس انسان کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ہائیڈیگر نے METAPHYSIC OF PRESENCE کا تصور دیا حاضر و موجود یعنی دنیا ہی سب کچھ ہے۔

علوم عالیہ، علوم آلیہ، علوم نقلیہ، علوم عقلیہ کی تقسیم کیا ہے؟ یہ سب اہم مباحث ہیں۔ ان کو جانے بغیر جدید تعلیمی نظام اور اس کے متبادل تعلیم کے طریقوں پر غور ممکن نہیں پہلے ایمان اور

عقیدہ کی اصلاح کیجئے پھر یہ بتائیے کہ اللہ نے انسانوں اور جنوں کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے؟ پھر متبادل کا سوال اٹھائیے اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ہم سے اچھے تو مغرب والے ہیں جنھوں نے اپنے نظام تعلیم کی اخلاقی، اقداری تباہی کے باعث اس کی معاشی، مادی، افادی اقدار کو مکمل اور محفوظ طریقے سے حاصل کرنے کے لیے DAD SCHOOL اور MOM SCHOOL کھلوائے۔ یہ جدید نظام تعلیم کا متبادل نظام نہیں ہے بلکہ جدید نظامِ تعلیم کی اخلاقی تباہ کاری اور بہت زیادہ قیمت (HIGH PRICE) سے بچنے یعنی نظامِ حاضر وموجود کی اصلاح کا ہی ایک اندرونی نظام ہے یہ جدید تعلیم کو رد نہیں کرتا اس کی اصلاح چاہتا ہے۔اس طرح سے کہ اس کے بچے سستی اچھی تعلیم حاصل کریں اور ان کی اخلاقی زندگی اسکول میں خراب نہ ہو۔ بالغ ہونے کے بعد وہ جو چاہے کریں پہلے تعلیم و ترقی حاصل کرلیں۔اسکولوں میں جا کر وہ پڑھتے نہیں ہیں آوارہ، زانی، غنڈے اور منشیات کے عادی بن جاتے ہیں۔

لداخ میں 1970ء تک روایتی معاشی تعلیمی نظام موجود تھا

1970ء تک لداخ میں روایتی طریقے سے معاشی، مذہبی، عقلی تعلیم کیسے دی جاتی تھی ایک کتاب پڑھیے: HELENA NOBERG: THE FUTURE OF PROGRESS: REFLECTIONS ON ENVIRONMENT AND DEVELOPMENT

اس کتاب کے اردو خلاصے کے لیے ہماری کتاب دیکھئے: 'علماء کی تنخواہیں سب سے کم کیوں ہیں؟'

دنیا کی کسی تہذیب و تاریخ میں ایک تعلیمی، معاشی، سیاسی، سائنسی نظام کیوں نہیں تھا؟

سر سیّد کا دعویٰ جھوٹا تھا کہ ہندوستانی جاہل، غیر مہذب اور غریب ہیں۔

بنیادی سوال یہ ہے کہ دنیا کی کسی تاریخ و تہذیب میں ایک قومی زبان، ایک معاشی نظام، ایک تعلیمی نظام، ایک سائنسی نظام تھا؟ کیا کوئی تہذیب ایسی تھی جہاں روزگار میسر نہ تھا نہ رزق کے وسائل تھے؟ کیا دنیا کی ہر تہذیب میں ہر علاقے کی مقامی تعلیم، معاش، سائنس، علاقے میں موجود میسر اسباب و وسائل کے مطابق ہوتی تھی یا عالمگیر تعلیم، عالمگیر معاش و سائنس کا تصور موجود تھا؟ جب تک ہم ان مباحث کی گہرائی میں نہیں جائیں گے اس سوال میں اُلجھے رہیں

گے کہ اگر اسکول نہ ہوتا، سرسید نہ ہوتے، علی گڑھ نہ ہوتا تو مسلمان کہاں جاتے؟ جاہل اور عامی ہی اس قسم کے سوالات اُٹھاتا ہے ہندوستان میں پوسٹ کالونیل مفکرین نے اپنی تمام تر غلطیوں اور حماقتوں کے باوجود مسلم ہندوستان کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ سرسید اور رام موہن رائے کا یہ دعویٰ جھوٹا تھا کہ ہندوستانی لوگ اور حکومت جاہل، غیر مہذب اور غریب ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان وہاں کے لوگ اور حکومت اپنے عہد کی امیر ترین نہایت مہذب اور تعلیم یافتہ تہذیب تھی لیکن انگریزوں کے معیارات پر پورا نہیں اترتی تھی۔ سرسید نے انگریزوں اور مغرب کو معیار بنا کر پورے ہندوستان کو جاہل، گنوار، غریب قرار دیا۔ یہ سرسید کی جہالت، حماقت، ضلالت تھی جس کی حمایت آج بھی بہت سے مذہبی، غیر مذہبی لوگ کر رہے ہیں۔ صرف ہندوستانی طب پر سیما علوی کی کتاب پڑھ لیجیے اور ہندوستان کی معیشت، تعلیم، امارت پر ششی تھرور کی کتاب کا مطالعہ کیجیے۔ مسلمان پندرہ سو سال تک کیا کرتے رہے وہاں اسکول، کالج، یونیورسٹی کیوں نہیں تھی؟ کیا وہ اجہل تھے؟ یہ ہے اصل سوال۔ بقراط، سقراط، جالینوس، فیثا غورث، ارسطو، افلاطون کس یونیورسٹی کے شعبۂ فلسفہ سے نکلے تھے؟ امریکا کے ریاستی فلسفی رچرڈ رارٹی (RORTY) نے اپنے ایک خطبے IS PHILOSOPHY RELEVANT TO APPLIED ETHICS? میں لکھا ہے کہ یونیورسٹی کے شعبۂ فلسفہ میں فلسفہ دم توڑ رہا ہے۔ یہاں ارسطو، افلاطون جیسے آزادانہ، منفرد، اوریجنل خیالات رکھنے والے فلسفی وجود ہی نہیں رکھتے۔ جب سے فلسفے کا علم شعبہ فلسفہ میں گیا ہے فلسفی نظامِ حاضر و موجود کا کارندہ بن گیا ہے، وہ آزادانہ غور و تدبر کے قابل نہیں رہا۔

1950ء میں پنجاب یونیورسٹی کی لڑکیاں کتنی مذہبی تھیں اور آج مذہبی لڑکی کا کیا حال ہے؟

ماڈرن ڈسکورس کے بارے میں آپ نے ڈاکٹر عارفہ فرید کے مشاہدات، نتائج پڑھ لیے اب اس کی روشنی میں ایف ای چوہدری کے انٹرویو کو پڑھیے جو 1950ء کے لاہور اور 1950ء کی پنجاب یونیورسٹی کے بارے میں انکشاف کر رہا ہے۔ جدید تعلیم نے رفتہ رفتہ آپ کی تاریخ، تہذیب، اقدار، روایات میں کیا دراڑیں ڈالیں؟ لاہور اور پنجاب یونیورسٹی کے احوال پڑھیے اور اس کا عہدِ حاضر سے موازنہ کیجیے۔

س: چوہدری صاحب! وہ واقعہ کیا تھا، عورتوں کی گیمز والا، جب ایک عورت نے کہا، یہ مرد نہیں فوٹو گرافر ہے۔

ج: یونیورسٹی خواتین گیمز میں مرد کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔

س: اچھا!

ج: بالکل اجازت نہیں تھی۔ یونیورسٹی میں مسز بیگ انچارج تھیں پنجاب یونیورسٹی سپورٹس کی، وہاں یونیورسٹی سپورٹس ہو رہی تھیں مختلف کالجوں کی۔ مسز بیگ میرے پاس آئیں: چودھری صاحب! لڑکیوں کی تصویر کھینچ دینا۔ پہلی دفعہ سپورٹس ہوئی تھی یونیورسٹی گراؤنڈ میں۔

س: لڑکیوں کی،

ج: ہاں، لڑکیوں کی۔ یونیورسٹی گراؤنڈ میں چاروں طرف انہوں نے قناتیں کھڑی کر دیں تا کہ کسی کی ''جھاتی'' نہ پڑے۔ میں نے مسز بیگ سے کہا: برقعہ سسٹم ہے، لڑکیاں برقعہ پہنتی ہیں، وہ پسند نہیں کریں گی، ان کی مائیں بھی آئی ہوں گی، وہ مجھے دیکھ کر شور مچا دیں گی، اس لیے میں نے نہیں جانا، اس وقت برقعہ سسٹم بڑا سخت ہوتا تھا۔

س: بہت۔ یہ کب کی بات ہے؟

ج: 1950ء کی بات ہے غالباً۔ مسز بیگ کہنے لگیں: آپ فکر نہ کریں میں خود دیکھ لوں گی۔ میں اس وقت پاکستان ٹائمز میں ملازم ہو چکا تھا۔ کیمرہ لٹکائے ڈرتے ڈرتے میں وہاں پہنچا۔ گیٹ پر مسز بیگ نے لڑکیوں سے کہہ دیا تھا، چودھری صاحب آئیں گے انہیں آنے دینا۔ اندر جاتے ہی تھوڑی دور جا کے ایک تنبو سا لگا تھا، وہاں لاؤڈ اسپیکر والا بیٹھا تھا جو ایونٹ بتا تا تھا کہ یہ ہائی جمپ ہے اور یہ فلاں ہے۔ مجھے انہوں نے اس کے پاس بٹھا دیا۔ ساتھ مجھے ایونٹ کی چھپی ہوئی کاپی دے دی کہ جس ایونٹ کی تصویر کھینچنا چاہیں کھینچ لینا۔ میں نے کہا چنگا۔ باقی ایونٹ دور ہو رہے تھے ہائی جمپ، لانگ جمپ وغیرہ۔ عورتیں اس طرف بیٹھی تھیں بہت ساری۔ میں جب فوٹو کھینچنے کے لیے بیٹھا، لڑکیوں نے فٹافٹ برقعے پہننا شروع کر دیے۔ ایک کہتی ہے: ''ہا، نی وچ مرد پھر دا ای'' دوسری کہتی ہے: ''یہ مرد کہاں ہے یہ تو فوٹو گرافر ہے۔ میرا پسینہ چھوٹ گیا۔ جو لڑکی فسٹ آئی تھیں میں نے اس کی تصویر کھینچی۔ میں نے اس سے پوچھا تیرے والدین کو تو اعتراض نہیں، یہ نہ ہو کہ وہ

پاکستان ٹائمز پر ہی دھاوا بول دیں۔ اس نے کہا: ہم تو بڑا پردہ کرتے ہیں یہ نہ چھاپنا۔ وہ میں نے کینسل کر دی۔ میں ایسی تصویر بنانے سے پہلے لڑکیوں سے پوچھ لیا کرتا تھا۔ جو کہے ہم پردہ نہیں کرتے بے شک آپ چھاپ دینا، اس کی تصویر بنالیتا تھا۔ ہنڈرڈ میٹر ایونٹ تھا۔ اس طرح کے کئی ایونٹ ہو گئے۔ پھر ان کا جو کالج فرسٹ آیا تھا اس کی مسز بیگ نے تصویر کھنچوائی۔ میں نے کہا، یہ تو میں نہیں چھاپوں گا۔ پتہ نہیں یہ لڑکیاں پردے والی ہوں۔ کہنے لگیں: ''نہیں، یہ میرے ریکارڈ کے لیے چھاپ دیں۔ پھر ہم نے تین چار تصویریں چھاپیں۔ مسز بیگ کہنے لگیں: لڑکیاں بڑی خوش ہوئی ہیں کہ دیکھو جی ہماری فوٹو چھپی ہے۔ دوسروں کو بھی INCENTIVE (ترغیب) ہو گئی۔ ان کے والدین نے اجازت دے دی۔ ہیں! وہ پھر آہستہ آہستہ CLARIFICATION (وضاحت) ہوتی رہی کہ جی بے شک چھاپ دیں۔ وہاں فوٹوگرافر ALLOWED نہیں تھا سوائے میرے۔ پھر اردو کے اخبار شروع ہو گئے مشرق، مغربی پاکستان۔ کسی کو ALLOW نہیں کیا مسز بیگ نے سوائے میرے۔ یہاں تک کہ ایک موقع ایسا آیا، میری لڑکی اس وقت کنیئرڈ کالج میں پڑھتی تھی۔

س: سٹائلا

ج: لڑکیوں نے اٹھا کر مجھے گرینڈ سٹینڈ پر کھڑا کر دیا کہ چودھری صاحب کی تصویر کھینچیں۔ انہوں نے ہمارے لیے بڑا کام کیا ہے۔ میں اٹھ بیٹھا کہ چھوڑیں، کس طرف چل پڑی ہو۔ پھر یہاں تک ہو گیا: ''چودھری صاحب! میری تصویر کھینچیں میں سیکنڈ آئی ہوں۔ میں فسٹ آئی ہوں فلاں ایونٹ میں''۔ پھر ہمارا ''لیل و نہار'' شروع ہو گیا۔ سبط حسن اس کا ایڈیٹر ہوتا تھا۔ ٹائٹل پیج کلر ہوتا تھا۔ اس وقت تھری کلر بلاک بنتا تھا۔

س: ''لیل و نہار'' اپنے وقت کا معیاری ہفت روزہ تھا۔

ج: تھری کلر بلاک کا بنتا تھا۔ کوڈک نے نئی فلم نکالی تھی، ٹرانسپرنسی۔ ایک (کمپنی) کا نام کوڈک تھا دوسری کا نام تھا اگفا۔ اگفا تھی یا کوڈک، یاد نہیں، اس کے ساتھ چار فلموں کی کٹ دیتے تھے کہ خود ہی ڈویلپ کریں۔ انسٹرکشنز کے مطابق ہم نے ڈویلپ کی۔ میں نے سبط حسن کو دکھائیں دو چار تصویریں کہ یہ آپ کے ہاں چھپ جائیں گی؟ اس کے لیے میں بناتا رہا، ''لیل و نہار'' کے لیے۔

س: آپ نے بتایا وہ برقعے کا زمانہ تھا۔کبھی ایسا بھی ہوا آپ نے کسی لڑکی کی تصویر شائع کی اوراس پر ہنگامہ ہوا؟

ج: میں کنیئرڈ کالج کی طرف سے گزر رہا تھا جیل روڈ پر، وہاں بڑے خوبصورت پھول تھے، BLOSSOM (کھلے ہوئے پھول) بڑے اچھے، میں نے کہا، ٹائٹل پیج کے لیے تصویر بناتے ہیں۔وہاں ایک لڑکی آ گئی ''چودھری صاحب! میری بھی تصویر کھینچیں''۔میں نے کہا:''آپ کے PARENTS (والدین) OBJECTION (اعتراض) نہیں کریں گے؟''۔''نہیں نہیں۔ وہ نہیں کرتے بالکل''۔وہ غالباً گوجرانوالہ کی تھی۔میں کہا BLOSSOM کو یوں دیکھ کے ہاتھ لگا۔وہ میں نے تصویر کھینچی۔سبط حسن کو دی۔اس نے فرنٹ پیج پر چھاپ دی۔چھاپ دی تو ٹیلیفون آیا اس لڑکی کے باپ کا: ہماری لڑکی کی تو منگنی ہوئی تھی۔آپ نے بڑی غلطی کی جو اس کی تصویر چھاپ دی۔آپ کے فوٹو گرافر کو چاہیے نہیں تھا کہ اس کی تصویر چھاپتا۔ویسے ہمارا پردہ تو نہیں ہے لیکن لڑکی کی منگنی ہوئی ہے، آبجیکشن نہ ہو جائے دوسری طرف سے۔سبط حسن نے کہا میں نے تو IN GOOD FAITH (نیک نیتی سے) چھاپی ہے۔ہمارا جو رسالہ ہے وہ گڑبڑ والا ہے تو نہیں۔وہ تو ایک لٹریری رسالہ ہے۔پھر وہ لڑکی آ گئی کہ میرے والد صاحب نے بڑا محسوس کیا ہے کہ یہ کیوں ہوا؟ آپ اپنے اوپر لے لیں۔میں نے کہا، فکر نہ کریں۔میں اپنے اوپر لے لیتا ہوں۔پھر میں نے سبط حسن سے کہہ دیا کہ انہیں کہنا، ہمارے فوٹو گرافر کو پتہ ہی نہیں تھا کہ اس لڑکی کی فوٹو کھینچ رہا ہے۔وہ تو پھولوں کو دیکھ رہی تھی اس نے کلک کر دیا۔اس طرح جان چھوٹی۔یہ ایک دو INCIDENT (واقعے) ایسے ہوئے تھے ان واقعات کا لاہور سے تو کوئی تعلق نہیں۔

س: لاہور کے ساتھ ان کا بڑا تعلق ہے بڑا تعلق ہے کہ فوٹو گرافی اور پردے وغیر کے حوالے سے اس وقت کا لاہور کیسا تھا۔چودھری صاحب! کبھی کوئی تصویر نہ بنانے کا افسوس بھی ہو؟ (ایف ای چودھری سے میز احمد کا انٹرویو 'اب وہ لاہور کہاں' 'لاہور آتش فشاں پبلی کیشنز 2011ء ص 191 تا 193)

1950ء کی پنجاب یونیورسٹی اور شہر لاہور اور 2019ء کا لاہور اور پنجاب یونیورسٹی، اسلامی تہذیب میں تبدیلی کا اعلان کر رہے ہیں۔1950ء میں پاکستان ٹائمز جیسا لبرل اخبار عورتوں کی تصویر کھینچتے، چھاپتے ہوئے ڈر رہا تھا۔آج ہر مذہبی لڑکی خود اپنی تصویر کھینچ رہی ہے،

سیلفی وغیرہ یا شوق سے تصویر کھنچوا رہی ہے بلکہ اخبارات اور نیٹ پر شائع بھی کر رہی ہے۔ یونیورسٹی میں پڑھنے والی بعض باپردہ لڑکیاں، لڑکوں کے ساتھ کھڑے ہوکر بے شرمی سے تصویریں کھچواتی ہیں اور لڑکوں کے بالکل پہلو میں کھڑی ہوتی ہیں۔ سب ایک ہی گلاس اور بوتل سے پانی پی لیتے ہیں۔ وہ ہم نصابی سرگرمیوں کے لیے ایک ساتھ تفریحی پارکوں کا بھی سفر کرآتے ہیں جبکہ اسلام تو محرم کے بغیر حج وعمرہ پر بھی پابندی عائد کرتا ہے۔ یہ صورت حال صرف سائنس اور سوشل سائنس کے شعبوں میں نہیں اسلامیات کے شعبے میں بھی پائی جاتی ہے۔ اسلامیات کی تعلیم اسلامی تہذیب، اصول، ثقافت، آداب اقدار کے بغیر دی جائے تو اس کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اسی لیے آج لڑکیاں سچ کہتی ہیں کہ اسلام ترقی کی راہ میں کہاں رکاوٹ ہے؟ یہ سب جدید تعلیم کا اثر ہے۔ سرسیّد نے کہاں تھا وہ اپنے علم کلام سے جدید تعلیم کے خراب اثرات ختم کر دیں گے۔ ہم بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کی اعلیٰ اسلامی تربیت سے جدید تعلیم کے خراب اثرات ختم کر دیں گے۔ ہم حجاب میں سب کچھ کر لیتے ہیں۔ اسلام میں حجاب کا مطلب تبدیل ہو رہا ہے۔ ایک نئی تشریح وتفسیر جنم لے رہی ہے۔ اسلام کی نئی تعبیر کے ذریعے اسلام ہی کو منہدم کیا جا رہا ہے۔ ان بچیوں کو یہ تک معلوم نہیں کہ حجاب، نقاب، پردہ ان کے لیے ہے جو گھروں میں رہتی ہیں اور کبھی کبھی کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے باہر نکلتی ہیں۔ وہ لڑکی جو صبح سے شام تک لڑکوں میں برقع پہن کر بیٹھی ہو، ان سے آزادانہ اختلاط کرتی ہو، خوش گپیاں کرتی ہو، ان کے ساتھ گھومتی، پھرتی، ہنسی، مذاق کرتی ہو اور یہ سمجھے کہ وہ حجاب کے احکامات پر عمل کر رہی ہے وہ اندھیرے میں ہے، کاش اسے روشنی حاصل ہو۔ اس وقت تو حال یہ ہے کہ بعض جدیدیت پسند علماء تک بڑے شوق سے، چاؤ سے دین کے فروغ، توسیع اور غلبے کے لیے اپنی تصویریں چھپوا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے بغیر گزارا نہیں۔ یہاں ایک سوال فوراً ذہن میں اٹھے گا کہ اگر لڑکیوں کو تعلیم نہ دی جائے تو کیا جاہل رکھا جائے؟ اسی سوال کی آڑ میں جدید سیکولر تعلیم کا اسلامی جواز مہیا کیا جاتا ہے۔ یہ ایک اہم موضوع ہے جس پر ہم آئندہ کبھی تفصیل سے لکھیں گے۔

ہمارے خیال میں چودھری صاحب کی گفتگو پڑھ کر ڈسکورس کا فلسفہ سمجھ آ گیا ہوگا! رہ گیا تعلیم کا مسئلہ تو عصری تعلیم کا مقصد کیا ہے؟ یہ ہے اصل سوال۔ اس کو سمجھنے کے لیے ہمارا ایک

مضمون ''علماء کے معاوضے سب سے کم کیوں ہیں؟'' پڑھ لیجیے اور جدید تعلیم پر ہمارا مضمون ''اسلامی اسکولوں میں ہم بچوں کو کیا پڑھا رہے ہیں؟'' پڑھ لیجیے اس کے بعد ہم بتائیں گے کہ جدید تعلیم کیا ہے؟ اس تعلیم کو صرف ڈیڑھ سو سال ہوئے ہیں اس سے پہلے تو یہ تعلیم نہیں تھی تو لوگ کیا پڑھتے تھے؟ کہاں پڑھتے تھے؟ کیا پڑھتے تھے؟ اس وقت تک غور و فکر کرتے رہیے۔

وہ لوگ جو متبادل میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں اور بار بار متبادل کا سوال اٹھاتے ہیں وہ ایک کتاب پڑھ لیں THE WAR WITHIN اسرائیل میں حقیقی مذہبی گروہ جدیدیت کا مقابلہ کیسے کر رہے ہیں ان کا موقف کیا ہے؟ مصنف لکھتا ہے۔

THE GIRLS OF THE BEIT YA'AKOV SCHOOL SYSTEM ARE THUS QUALIFIED TO SIT FOR THE STATE HIGH SCHOOL MATRICULATION EXAMINATION BUT ARE PREVENTED BY THEIR RABBIS FROM DOING SO. "OUR GIRLS KNOW MORE SO WHY SHOULD WE AGREE TO AN INFERIOR TEST?

PROTESTS BY THE HAREDI CAMP CAME SWIFTLY. WE DON'T WANT OUR GIRLS TO STUDY FOR THE SAKE STUDYING CLAIMED ONE OF RABBIS. WE WANT OUR GIRLS TO ACCUMULATE KNOWLEDGE FOR THE SAKE OF THE COMMUNITY.

STUDY FOR THE SAKE OF KNOWLEDGE ONLY IS A WASTE OF TIME. WHAT MATTERS MOST TO THE HAREDI RABBIS IS THEIR FOLLOWERS CONTINUED SUBMISSION TO THEIR AUTHORITY. KEPPING THEM OUT OF THE MAINSTREAM OF ISRAEL LIFE CULTIVATES A SENSE OF DEPENDENCE THAT SOLIDIFIES CONTROL BY RELIGIOUS LEADERS AND THEIR POLITICAL REPRESENTATIVES.(P 106)

مغرب اور جدیدیت کا علاج اکبر کی شاعری ہے

ہند میں سرسید کی متعارف کردہ جدید مغربی تعلیم کے اثرات کا سب سے بہترین، عمدہ،

ناقدانہ جائزہ اکبر الٰہ آبادی نے لیا۔ اکبر کا ایک ایک شعر اس جدید تعلیم سے پیدا ہونے والے فتنہ و فساد کی پیشگی اطلاع تھا مگر اکبر کو ایک مسخرے، پھکڑ باز، احمق، ہنسانے والے، دل لگی کرنے والے شاعر کے طور پر لیا گیا حالاں کہ اکبر ایک عبقری تھے جو مغرب کا سفر کیے بغیر مغرب کا فلسفہ پڑھے بغیر مغرب کو اپنی نظروں کے سامنے مکمل بے حجاب دیکھ رہے تھے۔ افسوس یہ ہے کہ علماء نے سر سید کا کفر حالی کی مسدس کے ذریعے پڑھ لیا اور مسدس حالی کو اسلام کی دردمندی کا شاہکار سمجھا، کیوں کہ شروع میں حالی کے نعتیہ اشعار غضب کے ہیں مگر تشبیب سے گریز تک آتے آتے حالی سر سیّد کے کفریہ افکار ایسی زبردست ملمع سازی اور اسلام کاری سے پیش کرتے ہیں کہ کسی کو محسوس تک نہیں ہوتا کہ سر سیّد کا کفر اسلامی لہجے میں کیسے منتقل کیا جا رہا ہے مثلاً صرف ایک مصرعہ پڑھ لیجیے

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

کیا مسلمان، اسلام، امت، دینی علمیت مرغ بادنما ہے؟ اس مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ہر زمانے کا ساتھ دے سکتا ہے۔ مسدس کا پیغام یہ ہے کہ اسلام یونان کے گم شدہ، مدفون، پھیلائے گئے علوم وفنون کو زندہ کرنے آیا تھا۔ مسلمان دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم تھے وہ سبق انھوں نے پھیلا دیا۔ مغرب نے اندلس کے ذریعے یہ سبق ہم سے سیکھا اور ہمارے علوم عقلیہ میں اضافہ کر کے ہم پر غلبہ پالیا یعنی مسلمانوں کے عروج کا سبب علوم عقلیہ میں عروج تھا اور زوال کا سبب علوم عقلیہ میں زوال تھا۔ اگر ترقی اور علومِ عقلیہ ہی سب کچھ ہیں تو قرآن نے عاد، ثمود، قومِ فرعون کی اتنی مذمت کیوں کی؟ وہ تو علوم عقلیہ میں انبیاء سے بہت آگے تھے۔ ان کی یادگاریں، شاہکار، عالمی ہنر مندی کے نمونے آج بھی محفوظ ہیں۔ انبیاء کا تو کوئی مادی شاہکار محفوظ نہیں۔ عجائبات عالم میں انبیاء کی کوئی تخلیق شامل نہیں۔

حیرت ہے کہ اس امت نے حالی کی قدر کی جو کسی قدر کے لائق نہیں تھے اور اکبر کو ردّ کر دیا۔ اکبر وہ عظیم شاعر جس کی تعریف حکیم الامت اقبال نے کی۔ اقبال اپنے خطوط میں انھیں پیر و مرشد لکھتے تھے۔ افسوس امت نے حالی کے ذریعے حالی کے پیر و مرشد سر سید کو قبول کر لیا اقبال کے ذریعے اقبال کے پیر و مرشد اکبر کی شاعری کو قبول نہ کیا! (ختم شد)

سرکشی نے کر دیے دھندلے نقوشِ بندگی
آؤ سجدے میں گریں لوحِ جبیں تازہ کریں

ابو فیصل محمد منظور انور

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عام حالات کے مقابلے میں رمضان المبارک کا آغاز ہوتے ہی اشیائے خوردونوش اور دیگر اشیائے صرف کی قیمتیں انتہائی حد تک بڑھانا ایک روایت بن گیا ہے امسال بھی ماہ مبارک کو کماؤ سیزن بنا دیا گیا۔ عمرہ پر جانے والوں کے لئے ہوائی جہازوں کے ٹکٹ مہنگے اور غیر علانیہ غیر ضروری اضافی ٹیکس لگا دیے گئے۔ انتظامیہ کے دعووں کے باوجود تاجر و دکاندار دل کھول کر لوٹ مار کرتے رہے۔ بسوں کے مالکان ٹرانسپورٹرز مسافروں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھونس کر اوور لوڈنگ کر کے دوگنے کرائے وصول کرتے رہے۔ مردار جانوروں کے گوشت کی فروخت کے ساتھ ساتھ کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ، جعلی دودھ، گھی، آئل، مکھن، ادویات، چائے وغیرہ کی تیاری، فروخت اور کم تولنے، چوریاں، ڈکیتیاں کرنے اور کمسن بچیوں اور حوا کی بیٹیوں کو بے آبرو کرنے کے واقعات بھی اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔ اربوں کھربوں کی لوٹ مار کر کے ملک کو کنگال کرنے والی اشرافیہ نے اپنے طور اطوار نہیں بدلے ماہ مقدس میں اپنی غلطیوں پر توبہ کرنے کی بجائے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ میڈیا کے سامنے جھوٹ بولتے رہے ہیں اکثر ٹی وی چینلز پر ننگ دین، روشن خیال، لبرل عناصر کے ذریعے اور ناچنے گانے والی فلمی اداکاراؤں کو آئیڈیل بنا کر ان سے مذہبی پروگرام کروائے جاتے رہے ہیں سارا سال سر کے دوپٹے سے بے نیاز نیم عریاں لباس پہننے والی ماڈلز اسلامی درس دیتی نظر آئیں۔

ایک طرف ماہ مبارک میں عالمی سطح پر کرکٹ کے مقابلے منعقد کروا کر مسلمان نوجوانوں کو اس میں مشغول کر کے اس مقدس مہینے کے فیوض و برکات سے دور کرنے کی گھناؤنی سازش ہوئی تو دوسری طرف نماز عشاء و تراویح کے اوقات میں فلڈ لائٹ کرکٹ ٹورنامنٹ منعقد کروا کر نوجوان نسل کو نماز کی بجائے کھیل تماشے میں مشغول کر کے مسجد سے دور رکھا گیا۔ ماہ مقدس میں بھی چینلز پر معاشرے میں بڑھتی ہوئی برائی، بے حیائی اور عریانی فحاشی پر مذہبی طبقہ بھی خاموش تماشائی بنا بیٹھا رہا کسی طرف سے بھی مخرب اخلاق پروگرامز کے خلاف آواز بلند کرنے اور اس کے خلاف احتجاج کی آواز سننے میں نہ آئی ایسے بے حس مسلم معاشرے کے لیے کیا کہا جا سکتا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود   یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

رمضان المبارک کا مہینہ ہمیں تقویٰ اور اپنی اصلاح کا درس دیتا ہے مگر ہم نے کھویا اور کیا پایا؟ روزہ خوروں کو دن کے اوقات میں پیٹ پوجا کرنے اور عام دنوں کی طرح سر عام کھانے پینے کے مواقع فراہم کر کے ماہِ صیام کا تقدس پامال کیا گیا۔ اللہ کی پناہ یہ کیسے مسلمان ہیں جو دوسروں کی جیبیں کاٹ کر اپنی تجوریاں بھر کر خوش ہوتے ہیں ماہ مبارک میں اشیائے صرف کی قیمتیں آسمان کو چھو جاتی ہیں یہ روش برسوں سے جاری ہے۔ غیر مسلم ممالک میں ان کے مذہبی تہواروں پر ناجائز منافع خوری نہیں ہوتی۔ مسلمان قرآنی تعلیمات سے مسلسل روگرانی کے باعث پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ اپنے معاشرے کو دیکھیں تو صاف نظر آتا ہے کہ مسلم دنیا میں احکام خداوندی کی صریحاً خلاف ورزی ہو رہی ہے کفر و شرک اور گناہوں سے آلودہ زندگیاں گزارنا اب معمول بن چکا ہے۔ دنیا بھر کے مسلم ممالک میں ایک بھی اسلامی ملک ایسا نہیں ہے جہاں مکمل اسلامی نظام نافذ اور تمام فیصلے اس قادر مطلق کی آخری کتاب قرآن مجید کے مطابق ہو رہے ہوں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے عید الفطر بڑے جوش و جذبے کے ساتھ منائی ہے بڑے بڑے اجتماعات بھی ہوئے۔ یہ اجتماع ہمارے باہمی اتفاق و اتحاد کا پیغام تھے مگر ہم اقوام عالم کو یہ پیغام دینے میں ناکام رہے۔ ہمارے باہمی اختلافات کی خلیج اتنی وسیع اور گہری ہو چکی ہے کہ ہم اپنے ہی مسلمانوں بھائیوں کے خون کے پیاسے بن کر ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں۔

اس دوران اسلامی ممالک کی تنظیم (OIC) کا سربراہی اجلاس بھی منعقد ہوا جس میں

مندوبین نے بظاہر امت مسلمہ کے مسائل پر بحث بھی کی مگر نتیجہ صفر + صفر یعنی یہ اجلاس بھی آمدن، نشستن و برخاستن تک محدود رہا۔ بظاہر OIC کے وجود سے ابھی تک امت مسلمہ کو کوئی خاطر خواہ فیض حاصل نہیں ہوا۔ مسلم دنیا کے طرح طرح کے مصائب کا شکار تقریباً ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان اس تنظیم سے کسی انقلابی اقدام کے منتظر ہی رہے۔ ایک طرف بھوکے پیاسے بے خانماں اپنے گھروں سے دربدر ہونے والے لاکھوں عراقی، شامی، فلسطینی، کشمیری، روہنگیا برما، افغانستان اور دیگر خطوں کے کیمپوں اور دیار غیر مغرب میں پناہ گزیں بے یار و مددگار بھوکے ننگے مسلمانوں کی ابتر حالت اور دوسری طرف تنظیم کے زبانی جمع خرچ اور بے مقصد اعلانات جو باہمی رسہ کشی اور تنازعات بھی کم نہ کرواسکی۔ امت مسلمہ کی زبوں حالی اور حالت زار دنیا بھر میں ذلت و رسوائی کی موجودہ صورت حال میں مسلم ممالک ہی میں لاکھوں کی عید خریداری کرنے والی اشرافیہ اور امیر طبقہ کے اللے تللے اور خاص طور پر چاند رات میں بازاروں مارکیٹوں میں خریداری کرنے آنے والی خواتین و مرد حضرات کی بیباکانہ حرکات کے روح فرسا واقعات سن کر دل خون کے آنسو روتا رہا جنھوں نے پورے رمضان المبارک میں کی گئی عبادت اور ریاضت کو لمحوں میں ضائع کر دیا۔ ان حالات میں کس منہ سے کہوں عید مبارک۔ کیسی عید اور کیسی خوشیاں۔ اکثریت نے رمضان المبارک اور عید الفطر کے مبارک موقع پر بھی اپنی اصلاح نہ کی اور نہ ہی اپنی روش بدلی۔ تاہم ماہ مبارک میں کچھ خوش نصیب بندوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر امت مسلمہ کے لئے دعائیں کیں اور رب العالمین کی رضا کے حصول اور اپنی اُخروی نجات کے لیے کوششیں بھی کیں اور شاید اسی کا صلہ ہے کہ ہمیں کچھ ڈھیل مل گئی ہے اور ابھی تک اللہ تعالیٰ کی بڑی پکڑ سے محفوظ نظر آ رہے ہیں۔ مگر اکثریت نے غفلت میں یہ مقدس ایام ضائع کر دیے۔ اب بھی وقت ہے کہ توبہ کر کے اپنی روش بدلیں حزب الشیطان کا ساتھ چھوڑ دیں اور حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) میں شامل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیں۔ اس وقت پوری امت مسلمہ کو اجتماعی توبہ و استغفار کی ضرورت ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی غلطیوں اور گناہوں کی معافی مانگیں اور کثرت سے توبہ و استغفار کریں اور دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو غیار کی غلامی سے نجات دلائے۔ آمین۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں ۔۔۔ جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق

پروفیسر مہر غلام سرور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول مکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی جبکہ جھٹلانے والے طاقتور اور بالا دست تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اس وقت اقرار کیا جب منکرین سامانِ زندگی پر قابض تھے، انہوں نے اس وقت رسالت کی گواہی دی جبکہ مشرکین عزت و وقار کی علامت تھے جب کافر اٹھتے بیٹھتے مجنون اور ساحر کا ورد کرتے رہتے تھے مگر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پروانوں نے کلمہ حق کو بلند کیا اور مخالفین کے ظلم وسفاکیت کی پرواہ نہ کی۔

ان مستانوں اور جیالوں میں وہ بھی تھے جن کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا گیا۔ پاکستان میں بھی چُوری کھانے والے متوالوں اور جیالوں کی کمی نہیں۔ لا اِلٰہ اِلا اللہ کے نام پر بننے والے وطن عزیز میں جو منافقانہ کھیل گزشتہ ستر سال سے کھیلا جا رہا ہے وہ باعث شرم اور افسوس ناک ہے۔ جو لوگ اپنی عاقبت اور قبر سے بے نیاز ہوں ان کا طرزِ عمل ایسا ہی بد بخت ہوا کرتا ہے۔

ے عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے (اقبال)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے بندے، ایسے چہرے، ایسے لوگ، سورج کی آنکھ نے صرف ایک بار دیکھے۔

در مسلمان شان محبوبی نہ ماند خالدؓ و فاروقؓ و ایوبیؒ نہ ماند

تازہ کن آئین صدیقؓ و عمرؓ چوں صبا بر لالہ صحرا گزر

جب غزوۂ بدر درپیش تھا کفار مکہ کی دھمکیاں، جنگی تیاریاں، مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے اعلانات، مسلمانوں میں باعث تشویش تو تھے ہی اس نازک اور کڑے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختصر خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے مہاجرین وانصار! ہمیں کفار سے فیصلہ کن معرکہ درپیش ہے تمہارا کیا خیال ہے۔ نبی محتشم ﷺ نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد و ایثار کو آزمانا تھا۔ بیک آواز مہاجرین وانصار کی مختصر جماعت پکار اٹھی اگر آپ ﷺ ہمیں آگ میں کود جانے، سمندر میں چھلانگ لگانے یا تپتے ہوئے کڑاہے میں قربان ہونے کا حکم دیں گے تو آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گے۔

درج ذیل سطور میں مختلف احادیث کی روشنی میں شانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کی جاتی ہے

1۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر صدیقؓ بہشت میں ہیں، عمرؓ بہشت میں ہیں، عثمانؓ بہشت میں ہیں، علیؓ بہشت میں ہیں، طلحہؓ، زبیرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ بہشت میں ہیں۔ (ترمذی)

2۔ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر غیر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی اُحد کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی وہ صحابہ کے ایک مُد یا نصف مُد (پیمانہ تقریباً ایک کلو) کے برابر بھی نہیں ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

3۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ اس مسلمان کو نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا جس نے اس کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔ (ترمذی)

4۔ عبداللہ بن مغفلؓ روایت کرتے ہیں کہ ختم المرسلین ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے بعد میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سبّ وشتم اور تنقید کا نشانہ نہ بنانا۔ جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے بغض کی وجہ سے ایسا کرتا ہے جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے۔ (مشکوٰۃ)

5۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے۔ یہ حدیث سننے کے بعد حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے 110 ہجری میں کہا: ہمارا نمک ختم، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کو پیارے ہوگئے اب ہم اپنی اصلاح کیسے کر سکتے ہیں۔ (شرح السنہ)

6۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والوں کو دیکھو تو کہو: 'تمہارے شر وفساد پر اللہ کی لعنت' (ترمذی)

7۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ فرمایا: عمر! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی۔ ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں اور ہر ستارے میں چمک دمک موجود ہے۔ تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔ (رزین)

صادق و عادل ہیں اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالم و عامل ہیں اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
عارف و عاقل ہیں اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتح و فاضل ہیں اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
خلق کا حاصل ہیں اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جان اہل دل ہیں اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ اللہ ان کا فضل ان کا کمال اللہ اللہ ان کا خلق ان کا جمال
ہر کوئی ہے بے عدیل بے مثال سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جتنے کمال
شرع محبوب صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاسبان عالم اسلام کی روح رواں
ان سے زندہ جوش حق کی داستان اس جہاں میں خیر و شر کے درمیان
اک جہاں ان کی مروّت پہ ہے دنگ ان سے پہلے کب تھا دنیا پہ یہ رنگ
ہیں صحابہؓ سارے مانند نجوم ان کے فیض عام کی عالم میں دھوم

(حفیظ تائب)

یہ فیضانِ نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

آخر میں ایک دفعہ پھر دنیا پرستوں اور ہوس کے پجاریوں سے اپیل ہے کہ اب بھی سنبھلنے کا وقت ہے وقت کی ایک ایک گھڑی تمہیں جھنجوڑ رہی کہ جاگ جاؤ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔

؎ غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا سدا بہار سنہری جھومر پیشانی پر سجا لیجیے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست گر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

(اقبال)

مدینے کا قیدی

زبیر طارق

(بشکریہ ماہنامہ کوثر لاہور، جون 2019ء)

ثمامہ بن اثال زمانۂ جاہلیت کے انتہائی بااثر افراد میں سے تھے اور اُن کا شمار یمامہ کے اہم سرداروں میں ہوتا تھا۔ ایک دن اُنہوں نے عمرہ کا ارادہ کیا اور مکہ کی جانب چل دیے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ مکہ پہنچ کر کعبہ کا طواف کریں گے اور وہاں رکھے بتوں کو قربانی کا نذرانہ دیں گے۔ ثمامہ مدینہ کے قریب پہنچے تو ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس کی اُنہیں بالکل توقّع نہ تھی۔ اچانک گھڑ سوار مسلح افراد کی ایک جماعت نمودار ہوئی اور اُن کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ صورت حال سمجھتے، اُن کی مشکیں کس دی گئیں۔ اُنہیں پکڑنے والے افراد کو قطعاً علم نہ تھا کہ یہ شخص کون ہے۔ ثمامہ نے خود بھی اپنے متعلق کچھ نہ بتایا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر اُن لوگوں نے اُنہیں پہچان لیا تو خیر نہیں۔ یہ جماعت اُنہیں پکڑ کر مدینے لے آئی اور مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔

رسول کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی نظر رسیوں میں بندھے قیدی پر پڑی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''جانتے ہو، تم لوگ کسے پکڑ لائے ہو؟''

اپنا ذکر ہوتے دیکھ کر ثمامہ کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔

''اللہ اور اُس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا۔

''یہ ثمامہ بن اثال حنفی ہے۔ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔'' رسول اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو

آگاہ فرمایا۔ یہ سن کر ثمامہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں پہچان لیا تھا۔

ثمامہ کو یقین نہ آیا کہ اُن کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جا سکتا ہے۔ اُنہیں اپنے گزشتہ جرائم کا بخوبی احساس تھا۔

☆......☆......☆

ہجرت کے چھٹے سال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کا ارادہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب و عجم کے آٹھ حکمرانوں اور اہم افراد کو خطوط لکھے اور اُنہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اُن افراد میں ثمامہ بھی شامل تھے۔ ثمامہ کے دل و دماغ میں غرور نے بسیرا کر رکھا تھا چنانچہ حق اور نیکی کی یہ آواز سننے سے قطعاً انکار کر دیا۔ شیطان نے اُکسایا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ بالآخر اُنہوں نے ایک صحابیؓ کو شہید کر ڈالا۔ اُن کے اس جرم کی اطلاع اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کا خون حلال قرار دے کر اُنہیں قتل کرنے کی اجازت دے دی۔

☆......☆......☆

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا اور اس سے کوئی بات کیے بغیر گھر چلے گئے۔ کھانا جو کچھ میسر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لیے بھجوایا۔ پھر حکم دیا کہ ثمامہ کی اُونٹنی کو صبح و شام دوہا جائے اور یہ دودھ اُسے پیش کیا جائے۔ ان انتظامات کے بعد نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ثمامہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''ثمامہ! کہو، کیا کہتے ہو؟

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ قتل کا ارادہ رکھتے ہیں تو میں نے خون بہا رکھا ہے۔ تاہم اگر آپ معاف کر دیں تو مجھے شکر گزار پائیں گے اور اگر آپؐ مال کے خواہش مند ہیں تو جس قدر چاہیں ادا کرنے کو تیار ہوں۔''

یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا۔ ثمامہ کو کھانا اور اُونٹنی کا دودھ باقاعدگی سے ملتا رہا۔ دو دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: ''ثمامہ! کیا ارادے ہیں؟''

''میرا جواب وہی ہے، جو میں دے چکا۔'' ثمامہ نے کہا۔

رسول کریم ﷺ اُن سے مزید کچھ کہے بغیر تشریف لے گئے۔ اگلے دن آپ ﷺ نے پھر سوال دہرایا، مگر ثمامہ اپنے مؤقف پر قائم تھے۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: ''ثمامہ کو رہا کردو''۔

حکم ملتے ہی اُن کی رسیاں کھول دی گئیں۔

ثمامہ کو آزادی ملی تو وہ فوراً مسجدِ نبوی سے نکل کر چل کھڑے ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ مدینہ سے کچھ دور بقیع کے نزدیک ایک نخلستان میں پہنچ گئے۔ یہاں اُنہوں نے اپنی اُونٹنی بٹھائی، نہائے، دھوئے اور مدینہ لوٹ آئے۔ مسجدِ نبوی پہنچ کر اُنہوں نے توحید و رسالت کی گواہی دی اور دینِ اسلام میں داخل ہوگئے۔

اُس کے بعد ثمامہؓ، نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہوئے اور کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! دنیا میں آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے کوئی صورت ناپسند نہ تھی مگر اب آپ سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ محبوب نہیں۔ واللہ! آپ کے دین سے زیادہ مجھے کسی دین سے بغض نہ تھا، مگر اب اس سے زیادہ مجھے کوئی دین پسند نہیں۔ بخدا! مجھے آپ کی بستی سے زیادہ کسی بستی سے نفرت نہ تھی، مگر آج میری نظر میں اس سے زیادہ حسین اور خوبصورت بستی کوئی نہیں۔'' پھر وہ تھوڑی دیر رُکے اور بولے: ''میں نے آپ کے ساتھیوں کا خون بہایا ہے، اب میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟''

''ثمامہ! آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ اسلام لانے سے پچھلے تمام گناہ دُھل جاتے ہیں۔'' نبیِ رحمت ﷺ نے فرمایا۔ پھر آپ نے انہیں اسلام لانے پر مبارک باد دی۔

ثمامہؓ یہ سن کر نہایت خوش ہوئے اور کہا: ''اللہ کی قسم! میں نے آپ ﷺ کے ساتھیوں کو جتنے دکھ دیے، اب اس سے کہیں زیادہ تکلیف ان مشرکوں کو پہنچاؤں گا۔ اب میرا نفس، میری تلوار اور جو کچھ بھی میرے پاس ہے، آپ کی اور آپ کے دین کی سربلندی کے لیے وقف ہے۔ میں عمرہ ادا کرنے نکلا تھا کہ راستے میں مجھے آپ کے سواروں نے پکڑ لیا۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''مکہ ضرور جاؤ مگر عمرہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر کرنا۔''

☆......☆......☆

مکہ پہنچ کر ثمامہ رضی اللہ عنہ نے زور زور سے پکارنا شروع کیا: ''میں حاضر ہوں، اے اللہ!

میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ تعریف، نعمت اور بادشاہی تیرے ہی لیے ہے۔ کوئی نہیں جو تیرا شریک ہو۔''

قریش کے کانوں میں تلبیہ کی یہ آواز پڑی تو وہ بھڑک اُٹھے۔ تلواریں میانوں سے کھینچیں اور آواز کی سمت بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ کون تھا جو اُن کی کچھار میں گھس آیا تھا؟ وہ اسے اس جرأت کا مزا چکھانے کو بے تاب تھے۔ قریش ثمامہؓ کے پاس پہنچے تو وہ بدستور پکار رہے تھے۔ اُن کی نگاہوں میں عزم اور اعتماد کی چمک تھی۔ غصے میں بھرا ایک نوجوان اُنہیں تیر مارنے ہی والا تھا کہ قریش نے اُسے روک دیا: ''تمہارا ستیاناس ہو، جانتے ہو یہ شخص کون ہے؟ یہ یمامہ کا سردار ثمامہ بن اثال ہے۔ بخدا! اگر تم نے اسے بری نیت سے ہاتھ بھی لگایا تو اس کی قوم ہمارا غلہ روک دے گی اور ہم بھوک سے مر جائیں گے۔'' اُنہوں نے گھورتے ہوئے اسے کہا۔ اُس کے بعد قریش نے اپنی تلواریں میانوں میں ڈالیں اور ثمامہ کے پاس آ کر کہنے لگے:

''ثمامہ! تمہیں کیا ہوا؟ کیا باپ دادا کا دین چھوڑ کر بے دین ہو گئے؟''

''میں بے دین نہیں ہوا بلکہ ایک بہتر دین کا پیروکار بن گیا ہوں۔ میں نے محمد ﷺ کا دین اختیار کر لیا ہے۔'' ثمامہ نے جواب دیا۔ پھر اُن کا لہجہ سخت ہو گیا اور فرمایا: ''قسم ہے اس گھر کے رب کی! جب تک تم لوگ محمد ﷺ کی پیروی قبول نہیں کرتے، گندم کا دانہ یا کوئی اور غلہ تمہیں نہیں پہنچے گا۔''

عمرہ کے بعد ثمامہؓ اپنے ملک لوٹ گئے۔ وہ یمامہ کے رہنے والے تھے جہاں غلّے کی بڑی منڈی تھی۔ مکہ میں غلّہ یہیں سے جاتا تھا۔ ثمامہؓ خود بھی اناج کے بہت بڑے سوداگر تھے اور قبیلے پر بھی بہت اثر و رسوخ تھا۔ چنانچہ اُن کہنے پر قریش کے غلے کا بھاؤ بڑھتا گیا۔ بھوک لوگوں میں پھیلنے لگی اور وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔ اُنہیں اس خوف نے گھیر لیا کہ کہیں اُن کی اولاد بھوک ہی سے نہ مر جائے۔ چنانچہ اُنہوں نے رسول اکرم ﷺ کو خط لکھا:

''آپ ﷺ نے رشتوں کو توڑ ڈالا، باپوں کو تلواروں سے قتل کیا اور اب اُن کے بیٹوں کو بھوک سے مار رہے ہو۔ ثمامہ بن اثال نے ہمارا غلّہ روک کر ہمیں سخت تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اُسے خط لکھ کر غلے کی فراہمی جاری کروا سکتے ہیں۔''

قریش کے گستاخانہ رویے کے باوجود جو اس خط سے جھلکتا تھا، نبیٔ رحمت ﷺ کو ان کی حالت پر ترس آ گیا۔ آپ ﷺ نے ثمامہؓ کو خط لکھا اور قریش کو غلے کی فراہمی جاری ہوگئی۔

☆......☆......☆

ثمامہ رضی اللہ عنہ کی زندگی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیے گئے عہد کو نبھانے میں گزر رہی تھی کہ آپ ﷺ اپنے اللہ سے جا ملے۔ اس کے ساتھ ہی عرب بھر میں ارتداد کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا اور لوگ اللہ کے دین کو تیزی سے چھوڑنے لگے۔ جگہ جگہ نبوت کے دعویداروں نے سر اُٹھانا شروع کر دیا۔ ثمامہؓ کے قبیلے بنو حنیفہ میں مسیلمہ کذاب اب رسول اکرم ﷺ کی زندگی ہی میں نبی بن بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس میں نئی جان پڑ گئی اور وہ زور شور سے اٹھ کھڑا ہوا۔

ثمامہؓ ان دنوں اپنے وطن یمامہ ہی میں تھے۔ آپ نے اہل یمامہ کو ارتداد سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اس سلسلے میں آپ نے ایک ایک شخص تک اپنی آواز پہنچائی اور فرمایا: ''اے بنو حنیفہ! بچو اس کام سے جس کے اندر اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور کوئی روشنی نہیں ہے۔ تم میں سے جو کوئی اس معاملے میں پڑے گا، اللہ کی جانب سے اس کے لیے بدبختی لکھی جا چکی ہے اور جو اس سے بچنا چاہے، سخت آزمائش اس کی منتظر ہے۔ اے بنو حنیفہ! محمد ﷺ ایسے رسول ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں، اور نہ ان کی نبوت میں کسی کو شریک کیا گیا ہے۔''

پھر آپ نے سورۃ المومن کی یہ آیات تلاوت کیں:

''حم۔ اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے۔ سب کچھ جاننے والا ہے، گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سخت سزا دینے والا اور بڑا صاحب فضل ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں، اس کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔''

پھر فرمایا: ''اللہ کے اس کلام کا مقابلہ مسیلمہ کا یہ قول کیسے کر سکتا ہے: اے مینڈک! تو پاک ہے پاک۔ نہ پانی پینے والوں کو روکتا ہے، نہ پانی گدلا کرتا ہے۔''

ثمامہؓ کی نصیحتوں کا اہلِ یمامہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ان کی بھاری تعداد مسیلمہ کذاب کے اُٹھائے ہوئے طوفان میں بہہ گئی اور اس کی پیروی اختیار کر لی۔ ثمامہ نے یہ صورت حال دیکھی تو وطن چھوڑ دینے کا ارادہ باندھ لیا۔ انہی دنوں حضرت علاءؓ بن عبداللہ حضری کا گزر یمامہ سے ہوا۔

سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں ارتداد کا فتنہ کچلنے کی ذمہ داری سونپی تھی۔ثمامہؓ کو ان کے آنے کی اطلاع ملی تو اپنے اہل ایمان ساتھیوں سے فرمایا:

''بنو حنیفہ کے ارتداد کے بعد میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔عن قریب اللہ تعالیٰ ان پر ایسی مصیبت نازل کرے گا کہ اُس سے پیچھا چھڑانا اُن کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔ جو مسلمان اس فتنے کو ختم کرنے کے لیے آئے ہیں، اس کام میں ان کی مدد کرنا ہر صاحب ایمان کا فرض ہے۔ میں نے اُن کے ساتھ چلنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے۔تم میں سے جس کو چلنا ہو فوراً تیار ہو جائے۔''

بنو حنیفہ کے وہ تمام افراد جن کے دلوں میں ایمان کی جڑیں مضبوطی سے جمی ہوئی تھیں، اُن کا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے۔ یہ جماعت اپنی بستی سے نکلی اور سیّدنا علاء رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئی۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں مرتدین سے لڑنے اور سرزمین مکہ میں اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

ایک معرکے کے دوران میں بنو قیس کا مرتد سردار حطیم مارا گیا۔ثمامہؓ نے اس کا حلّہ (جبّہ) کسی شخص سے خرید لیا۔بنو قیس کے افراد نے انہیں یہ حلّہ پہنے دیکھا تو اپنے سردار کا قاتل سمجھ بیٹھے، چنانچہ بدلہ لینے کے لیے آپ کو شہید کر ڈالا۔اللہ ان سے راضی ہوا۔

ثمامہؓ نے بنو حنیفہ کو جس انجام کا انتباہ کیا تھا، بالآخر وہ اس سے دوچار ہو کر رہے۔ ابتدائی چند کامیابیوں کے بعد ان کا سامنا اللہ کی تلوار خالدؓ بن ولید سے ہوا۔ یمامہ کی سرزمین پر انتہائی خوں ریز اور خوف ناک جنگ لڑی گئی۔ایک مرتبہ مسلمان فوج پسپائی کے قریب جا پہنچی مگر بالآخر مسلمانوں کی بہادری اور سرفروشی نے جنگ کا پانسا پلٹ دیا اور مرتدین کی لاشوں کے انبار لگ گئے۔اُنھوں نے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی، مگر موت اُن کا پیچھا کرتے وہاں بھی جا پہنچی۔ مسیلمہ کذاب یہیں قتل ہوا۔اس کے ساتھ ہی مرتدین کی مزاحمت دم توڑ گئی۔ یمامہ کی اس کارروائی کے دوران اکیس ہزار مرتدین ہلاک ہوئے۔حضرت ثمامہؓ کے الفاظ سچ ثابت ہوئے۔بنو حنیفہ اندھیرے میں جا پھنسے تھے، ایسے اندھیرے میں جہاں روشنی کا گزر ممکن نہ ہوا۔وہ ایسے معاملے میں پڑے تھے جہاں اللہ کی جانب سے ان کے لیے بدبختی لکھی جا چکی تھی!

تبصرہ و تعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

1 سلیقۂ انسانیت کا بحران اور بچاؤ کی تدابیر

تالیف: محمد موسیٰ بھٹو

ناشر: سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ ۴۰۰ بی لطیف آباد حیدر آباد

زیر تبصرہ کتاب میں مادیت و نفس پرستی سے دوچار انسانوں کو سلیقۂ انسانیت سے آراستی کا درس دیا گیا ہے۔ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے حصہ اوّل: ارتداد اور باطل کی جدید شکل۔ حصہ دوم: سلیقہ انسانیت کا بحران۔ حصہ سوم: تصوف اور اسلامی تحریکیں اور حصہ چہارم: سلیقۂ انسانیت پیدا ہونے کے سلسلہ میں ذکر و فکر کے حلقوں کا کردار۔ موضوع کی اہمیت کے حوالہ سے مولف نے تحریر کیا ہے: ''انسانیت کی تاریخ میں شاید ہی کبھی ایسا دور آیا ہو، جس میں خوبصورت اور دلفریب اصطلاحات کے پردے میں خواہشات اور مادیت کی طرف اتنی بلند آہنگی سے دعوت دی جاتی ہو، جو اس دور میں دی جا رہی ہے، یہ اس دور کا سب سے بڑا المیہ ہے، جو انسانیت کے ساتھ ہوا ہے......موجودہ حالات میں سلیقہ انسانیت کے بحران اور اس سے بچاؤ کے موضوع پر دعوتی و علمی کام کی سخت ضرورت ہے''۔ صاحبِ تصنیف نے ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی تحریروں اور ماہنامہ 'حکمت بالغہ' نومبر 2018ء کے مندرجات سے استفادہ کیا ہے اور حوالوں سے بھی اپنی تصنیف کو مزین کیا ہے۔ یہ کتاب کتب خانوں کی زینت بننے کے لائق ہے اور الیکشن کمیشن پاکستان کی طرف سے الیکشن میں امیدواروں کے لیے ضابطہ اخلاق ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم صاحب کی تصنیفات

319-Y، علامہ اقبال کالونی سرگودھا 048-3711717

2 ریاست مدینہ اور پاکستان

یہ کتاب مصنف کے طائرِ خیال کی 106 ویں پرواز ہے جو حبِ حبیب خدا ﷺ کی آئینہ دار ہے۔ 2019ء میں جب حکومتی ایوانوں میں پاکستان کو ریاست مدینہ کے سانچے میں ڈالنے کی آواز بلند ہوئی تو ردائے مدینہ اوڑھنے کی خواہش ہی اس کتاب کے منصۂ شہود پر آنے کا پس منظر بن گئی۔ گو صاحب تصنیف کے دل میں جلوۂ حسن ریاست مدینہ کو عام کرنے کا جذبہ فراواں نظر آتا ہے مگر آبروئے حسن ِریاست مدینہ بھی ایمان کا تقاضا ہے لغزشِ تقریر ہو یا تحریر ایمانی تزلزل کا باعث ہے۔ ’’ریاست مدینہ کے لیے اخلاقی اقدار فکر اقبال کے تناظر میں‘‘ ایسے عنوان کی تفصیل میں اگرچہ صاحب تصنیف کا مدعا واضح ہے تاہم فہرست عناوین میں یہ مبہم سرخی (Ambiguors Topic) قابلِ وضاحت ہے۔ مقدسات اسلام کے بارے میں تحریر و تقریر محتاط ہونا چاہیے۔ ریاست مدینہ کے حوالے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں دل کی گہرائیوں سے عقیدت و ادب کا رویہ حکومتی ایوانوں کے مکینوں پر فرض ہے بلکہ حکومتی ایوانوں کی غلام گردشوں میں آنے جانے والوں کے لیے بھی حفاظت ایمان و جان کے لیے ناگزیر ہے۔ سورۂ حجرات کی ابتدائی آیات اس پر گواہ ہیں۔

3 فکرِ عمیق

زیر تبصرہ تصنیف جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کائنات میں بکھری وسعتوں کی معلومات پر مبنی ایک خزینہ ہے۔ صاحب تصنیف نے اپنے دوست احباب کی خواہش پر سنہری اقوال کو یکجا کر کے کتابی صورت دی ہے تاکہ اہل ذوق ان افکارِ عمیق سے فیض یاب ہوسکیں۔ اس کتاب میں شامل منتشر اقوال دل کو متأثر کرنے والے ہیں۔ انسانی زندگی میں علم و حکمت سے بھرپور جملے انقلاب برپا

کردیتے ہیں اور یہی چھوٹے نگینے انسانی زندگی کے خزینے بن جاتے ہیں۔کبھی ذرے آفتاب تو کبھی آفتاب ذروں میں بدل جایا کرتے ہیں۔ارباب دانش اور اہل نقد ونظر کے لیے ایک نادر تحفہ اور عوامی کتب خانوں کی زینت ہے۔

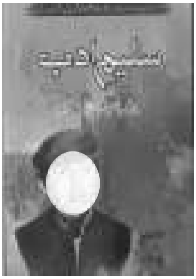

4 سلیمِ ادب

زیرِ تبصرہ تصنیف عالمی شہرت یافتہ شاعر و ادیب ڈاکٹر وزیر آغا (1922ء۔2010ء) کے اکلوتے فرزند سلیم آغا قزلباش (1956ء۔2018ء) کی شخصیت اور ان کی ادبی خدمات کا مختصر احاطہ کرنے کی خوبصورت کاوش ہے، موصوف ممتاز انشائیہ نگار، شاعر، افسانہ نویس اور محقق تھے۔ صاحب تصنیف صفحہ 9 پر رقم طراز ہیں: ''دبستانِ سرگودھا کا جو باب سلیم آغا کے انتقال سے بند ہونے کا خدشہ تھا، یہ کتاب سرگودھا کے ادبی دبستان کو زندہ رکھنے کا باعث بنے گی''۔زیرِ تبصرہ تصنیف سلیم آغا کے انتقال پر ایک جامع علمی و قلمی کاوش ہے اور ان کی وفات پر جو ادبی خلا پیدا ہوا اسے ان کی نگارشات و تخلیقات سے پر کرنے کا آغاز ہے۔ادبی شخصیات کے لیے مزید تحریری راہیں کھولنے کا باب ہے۔عوامی و تعلیمی کتب خانوں کی زینت کے لائق ہے۔

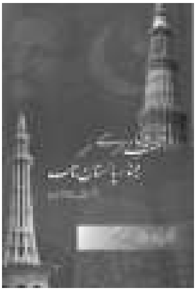

5 قطب مینار سے مینارِ پاکستان تک

(فکرِ اقبال کے تناظر میں)

زیرِ تبصرہ کتاب کا پس منظر قیامِ پاکستان کی تاریخی جدوجہد اور اس کی ارتقائی منازل ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مصنف نے اپنی کتاب میں کاروانِ اسلام سوئے مدینہ، خلفائے راشدین، سانحہ کربلا، باب الاسلام سندھ میں محمد بن قاسم، اُموی حکمران، حضرت عمر بن عبدالعزیز، خلافت عباسیہ، غزنوی حکمران، غوری خاندان، قطب الدین ایبک (1210ء)، قطب مینار، خاندانِ غلاماں، خلجی خاندان، سلطنت مغلیہ، جنگ آزادی 1857ء اور اس جیسے دیگر عناوین پر گفتگو کر کے خطبہ اِلٰہ آباد، قراردادِ لاہور، قراردادِ پاکستان، قطب مینار سطوتِ اسلام سے نشانِ منزل پاکستان، مینارِ

پاکستان اور علامہ اقبال کا منتخب کلام اور موضوع سے متعلق قیمتی تحریریں کتاب ہٰذا میں شامل کی ہیں۔اشاعتی معیار پر پورا اترنے والی یہ کتاب خزائن اقبالیات و پاکستانیات کے لیے ناگزیر ہے نیز کتب خانوں کی زینت بننے کے لائق ہے۔

6 شانِ اقبال

فکرِ اقبال کی ترویج وقت کی ایک ناگزیر ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں ماہرین اقبالیات کا تعارف بھی ایک اہم موضوع ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب میں جناب پروفیسر صاحب نے دسمبر 2018ء ماہرین اقبالیات اور ان کے تحقیقی سرمایہ کو مختصر طور پر پیش کیا ہے۔فکرِ اقبال پر مؤلف کی 27 کتب شائع ہوچکی ہیں جن سے کثیر تعداد میں لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔'شانِ اقبال' اہل دانش کی ذہنی نشو ونما کے لیے ایک لازوال تحفہ اور خزائن اقبالیات کے ناگزیر ضرورت ہے۔

7 گل ہائے شرر

یہ کتاب نامور دانش ور، میانوالی کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر اور فارسی نعت گو و عاشق رسول ﷺ ــــ رانا اقبال احمد خان شرر صہبائی پر ایک خوبصورت تصنیف ہے جس میں شرر صہبائی کا غیر مدون شعری مجموعہ ''بے نام'' اور ان کی حیات و ادبی خدمات کے حوالے سے معروف قلمکاروں، شعراء اور ادیبوں کے 31 مقالہ جات شامل ہیں۔شرر صہبائی پاکیزہ سخن کے حامل تھے، ان کی شاعری میں معنوی گہرائی اور سلاست و مقصدیت فراواں ہے۔ یہ کتاب بھی علمی و ادبی اور صحافتی حلقوں میں مقبول اور کتب خانوں کی زینت بننے کے لائق ➚۔

رمضان المبارک 1440ھ
دورہ ہائے ترجمۃ القرآن
مختصر رپورٹ

انجینئر عبد اللہ اسماعیل

اس سال انجمن خدام القرآن جھنگ کے زیرِ اہتمام بفضلہٖ تعالیٰ رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ القرآن کے 3 پروگرام اور خلاصۂ مضامین قرآن کے 6 پروگرام منعقد ہوئے، جن کی مختصر رپورٹ درج ذیل ہے:

1 جامع مسجد عبید اللہ، محلّہ سلطانو الہ جھنگ صدر

دورۂ ترجمۃ القرآن کا پہلا پروگرام جامع مسجد عبید اللہ، محلّہ سلطانو الہ جھنگ صدر میں منعقد ہوا، جس میں صدرِ انجمن جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب نے تراویح کے بعد قرآن مجید کے آخری 15 پاروں کا ترجمہ بیان کیا۔ پروگرام روزانہ رات 12:15 بجے تک جاری رہا۔ اس پروگرام میں اوسطاً 30 افراد شریک ہوتے رہے اور اس پروگرام کی اختتامی نشست 25 ویں شب کو منعقد ہوئی، جس میں 150 افراد نے شرکت کی۔

2 شاداب کالونی، جھنگ صدر

اس سلسلہ کا دوسرا پروگرام جناب پروفیسر مہر غلام سرور صاحب کی رہائش گاہ، شاداب کالونی جھنگ میں منعقد ہوا، جس میں جناب انجینئر عبد اللہ اسماعیل صاحب نے قرآن مجید کے آخری 15 پاروں کا ترجمہ بیان کیا۔ یہ نشست بھی تراویح کے بعد منعقد ہوتی رہی۔ اس میں اوسطاً 25 افراد شریک ہوتے رہے اور یہ پروگرام کی رمضان 26 ویں شب کو

اختتام پذیر ہوا۔ اختتامی نشست سے صدر انجمن جناب مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔ حاضری تقریباً 100 افراد تھی۔

3 جامع مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ

اسی سلسلے کا تیسرا پروگرام جامع مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ میں منعقد ہوا، جس میں جناب عبداللہ ابراہیم صاحب نے تراویح کے بعد قرآن مجید کے آخری 15 پاروں کا ترجمہ بیان کیا۔ اس پروگرام میں اوسطاً 20 افراد شریک ہوتے رہے اور اس پروگرام کی اختتامی نشست 27 ویں شب کو منعقد ہوئی، جس سے صدر انجمن جناب مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔ تقریباً 100 افراد نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

خلاصۂ مضامین قرآن

تراویح کے متصل بعد مختصر خلاصۂ مضامین قرآن کے 6 پروگرام منعقد ہوئے جن کی مختصر رپورٹ حسبِ ذیل ہے:

1. مسجدِ خباب، علی احمد خان ہسپتال، ٹوبہ روڈ جھنگ میں ناظم اعلیٰ انجمن جناب عبدالمجید کھوکھر صاحب نے خلاصہ بیان کیا۔
2. مسجد رانا ہسپتال، میں جناب محمد ناصر چودھری صاحب نے خلاصہ بیان کیا۔
3. چاہ بڈھے والا کی مسجد میں جناب علی احسن صاحب نے خلاصہ بیان کیا۔
4. مجاہد چوک جھنگ صدر میں جناب بلال زبیری صاحب نے خلاصہ بیان کیا۔
5. راؤ کالونی، میں جناب مولوی عبداللہ صاحب نے خلاصہ بیان کیا۔
6. چاہ وریام والا میں جناب حسنین احمد صاحب نے خلاصہ بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ بابرکت ساعتوں کے ان پروگراموں کو قبول فرمائے اور ان میں جو کمی و کوتاہی رہ گئی اس سے درگزر فرمادے اور اپنی مقدس کتاب قرآن پاک کی خدمت کی ہمیں مزید توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

دمشق میں عنقریب سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور حجاز میں اہلسنّت کے مہدی امین اللہ کی ان پر رحمتیں ہوں کا ظہور

الازہر یونیورسٹی قاہرہ کے پروفیسر امین محمد جمال الدین نے اپنی کتاب ''ہرمجدون'' میں روایت نقل کی ہے جس کے مطابق 1430 ہجری کے بعد ساری طاغوتی طاقتیں مسلمانوں کے خلاف جمع ہو جائیں گی اور ایک بہت بڑی جنگ ہو گی جس کے نتیجے میں ان طاغوتی طاقتوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور اسلام دنیا میں غالب آ جائے گا۔

1 وفی عقود الهجرة الالف و اربعمائة، واعقد اثنين اوثلاثًا ......يخرج المهدی الأمين، ويحارب كل الكون يجمعون له الضالّون والمغضوب عليهم والذين مردوا على النفاق فی بلاد الاسراء والمعراج عند جبل مَجِدّون، وتخرج له ملكة الدنيا والمكر، زانية اسمها (امريكا) تراود العالم يومئذ فی الضلال والكفر، ويهود الدنيا يومئذ فی اعلیٰ عليين يملكون كل القدس والمدينة المقدسة، وكل البلاد تأتی من البحر والجو اِلا بلاد الثلج الرهيب وبلاد الحرالرهيب، ويری المهدی ان كل الدنيا عليه بالمكر السيئ ويری اللّٰه اشد مكرا ويری ان كل كون اللّٰه له واليه المرجع والمسير وكل الدنيا شجرة له ان يملكها فرعا وجذرا(......) فيرميهم اللّٰه باكرب رمی ويحرق عليهم الارض والبحر والسماء وتمطر السماء مطر السوء ويلعن اهل الارض كل كفار الارض ويأذن اللّٰه بزوال كل الكفر

''چودھویں صدی ہجری کی (دو یا تین) دہائیوں میں مہدی امین کا ظہور ہوگا۔ وہ دنیا بھر کی باطل طاقتوں سے جنگ کرے گا۔ یہود اور نصاریٰ اور اسراء ومعراج کے ملک میں نفاق کی حدِ کمال تک پہنچے ہوئے لوگ سب اس کے خلاف متحد ہو کر (باقی ٹائٹل کے صفحہ 3 پر)

مجدون پہاڑ کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ دنیا کی مکار اور بدکار ملکہ (امریکہ) مقابلے کے لیے نکلے گی اور اس وقت وہ ساری دنیا کو کفر و ضلال کی طرف ورغلائے گی اس زمانے کے یہود اوجِ کمال تک پہنچے ہوں گے، بیت المقدس اور پاک شہران کے قبضے میں ہوگا، برّ و بحر اور فضا سے سب ممالک آ جائیں گے سوائے ان ممالک کے جہاں سخت برف یا سخت گرمی پڑتی ہے۔ مہدی دیکھے گا کہ پوری دنیا خوفناک سازشیں بنا کر اس کے خلاف صف آرا ہے اور وہ دیکھے گا کہ اللہ کی تدبیر سب سے زیادہ کارگر ہے اور یہ کہ پوری کائنات اللہ کی ہے اور سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، ساری دنیا بمنزلہ ایک درخت کے ہے جس کی جڑیں اور شاخیں اسی اللہ کی ملکیت ہیں...... اور وہ ان پر انتہائی کربناک تیر پھینکے گا اور زمین و آسمان اور سمندر کو ان پر جلا کر راکھ کر ڈالے گا۔ آسمان سے آفتیں برسیں گی، زمین والے سب کافروں پر لعنت بھیجیں گے اور اللہ تعالیٰ ہر کفر کو مٹانے کی اجازت دیدے گا''۔

2 طُوبٰی لِعَیشٍ بَعدَ المَسِیحِ یُؤذَنُ لِلسَّمَآءِ فِی القَطرِ وَ یُؤذَنُ لِلاَرضِ فِی النَّبَاتِ، حَتّٰی لَو بَذَرتَ حَبَّکَ عَلَی الصَّفَا لَنَبَتَ وَ حَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ عَلٰی اَسَدٍ فَلَایَضُرُّہٗ وَیَطَأُ عَلَی الحَیَّۃِ فَلَاتَضُرُّہٗ وَ لَاتَشَاحَّ وَلَاتَحَاسُدَ وَ لَاتَبَاغُضَ (الجامع الصغیر بحوالہ فوائد العراقیین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

''کیا ہی خوشگوار زندگی ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد۔ آسمان کو برسنے کا حکم ہوگا (تو کھل کے برسے گا) اور زمین کو اُگانے کا حکم ہوگا (تو خوب اُگائے گی) حتیٰ کہ (اے مخاطب) اگر تو صاف پتھر پر بیج بوئے گا تو وہ بھی اُگ جائے گا۔ اور یہاں تک (امن ہوگا) کہ آدمی شیر (درندے جانور) کے پاس سے گزرے گا تو وہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا اور سانپ کو پاؤں سے روندے گا تو وہ کوئی نقصان نہیں دے گا۔ کوئی کسی سے جھگڑا نہیں کرے گا اور نہ کوئی کسی پر حسد کرے گا اور نہ کوئی کسی سے بُغض رکھے گا۔''

فرمودۂ اقبال

روسی علاقہ جات میں سوشلسٹ انقلاب 1917ء میں آیا اور بِن کھلے مُرجھا گیا اور 1990ء میں USSR ختم ہو گیا مگر سرمایہ دارانہ نظام، سود اور محرومین کا طبقہ آج بھی باقی ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک اسی علاقے سے (پھر) ایک طاقت اُٹھے گی جو دنیا کے امن کو تہ و بالا کر دے گی۔

1
محنت و سرمایہ دنیا میں صف آرا ہو گئے
دیکھئے ہوتا ہے کس کس کی تمنّاؤں کا خون
حکمت و تدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز
ٹل نہیں سکتا "وقد کنتم بہ تستعجلون"
"کھل گئے" یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ "ینسلون"

2
از خاکِ سمرقندے ترسم کہ دگر خیزد
آشوبِ ہلاکوے ، ہنگامۂ چنگیزے

میں آنے والے وقت (کی ہولناکی) سے ڈرتا ہوں جب سمرقند (اور ملحقہ علاقہ جات) سے ایک طاقت اُٹھے گی جو ہلاکو خان کی طرح انسانیت کو دُکھ میں مبتلا کر دے گی اور چنگیز خان کی طرح مشرقِ وسطیٰ کے امن کو تہ و بالا کر دے گی